تذکرۂ اولیائے پوٹھوہار

(حصہ دوم)

مصنف

مقصود احمد راہی

٧٨٦

ناشر : عذرا بٹ سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج ہمک
طبع اول : اگست 2010ء
نام کتاب : تذکرہ اولیائے پوٹھوہار (حصہ دوم)
صاحب کتاب : مقصود احمد راہی
تعداد کتاب : پانچ صد
کمپوزنگ : سید امداد علی 0333-5184998
مطبع : فائیو سٹارز پبلیکیشنز، اسلام آباد
قیمت : [illegible]
محل فروخت : مکان نمبر P-1151 اصغر مال چوک راولپنڈی
مکان نمبر 542 سٹریٹ 1، آئی نائن ون اسلام آباد

رابطہ
فون گھر 051-4434673 موبائل 0321-5291902
ای میل ایڈریس mrahi41@hotmail.com

انتساب

غوث الثقلین، غوث صمدانی، محبوب سبحانی، قطب ربانی، نور یزدانی، قندیل نورانی، پیران پیر دستگیر روشن ضمیر الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی بغدادی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام.........

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نعت حضرت حافظ محمد مظہر الدینؒ

زمیں محترم ہے آسماں محترم ہے
مدینے کا سارا جہاں محترم ہے

جہاں ذکر میلاد خیر البشر ہو
خدا کی قسم وہ مکاں محترم ہے

ترا نام بھی جان و دل سے ہے پیارا
تری یاد بھی جان جاں محترم ہے

بسی ہو جہاں تیری زلفوں کی خوشبو
وہ دل محترم ہے وہ جاں محترم ہے

مدینے کا ہر قافلہ ہے مکرم
مدینے کا ہر کارواں محترم ہے

شاہ دیں کا ہر تذکرہ ہے گرامی
شاہ دیں کی ہر داستاں محترم ہے

یہ فیضان ہے ایک امی لقب کا
کہ مظہر کا رنگ بیاں محترم ہے

حوالہ جات

اس کتاب کو مکمل اور مرتب کرنے میں مختلف مؤرخین اور محققین کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان عظیم دانشوروں کی ریسرچ اس کتاب کی تکمیل میں مدومعاون ثابت ہوئی۔

۱۔	قصہ المشائخ	شیخ محمد زاہد اٹکی
۲۔	تذکرہ علمائے پنجاب	اختر راہی
۳۔	احوال العارفین	حافظ غلام فرید
۴۔	تاریخ ہزارہ	ڈاکٹر شیر بہادر پنی
۵۔	دامن اباسین	سکندر خان
۶۔	تجلیات مہر انور	شاہ حسین گردیزی
۷۔	ٹریلوزان پنجاب	موہن لال
۸۔	تذکرہ مشائخ قادریہ	محمد دین کلیم
۹۔	تاریخ پوٹھوہار	راجہ محمد عارف منہاس
۱۰۔	خزینۃ الاصفیا	مفتی غلام سرور لاہوری
۱۱۔	سیر التوارخ	سید شریف احمد شراف
۱۲۔	تذکرہ الصدیقین	مولانا محمد الدین
۱۳۔	حضرات القدس	حضرت بدرالدین سرہندی
۱۵۔	چمن تصور	حضرت پیر ہاشم الدین نقشبندی مجدد
۱۶۔	تاریخ وادی پنچھ	سکندر خان
۱۷۔	تاریخ مشائخ چشت	خلیق احمد نظامی
۱۸۔	تاریخ راولپنڈی	راجہ عارف منہاس
۱۹۔	تجلیات مہر انور	شاہ صفی گردیزی
۲۰۔	علمائے پنجاب	اختر راہی
۲۱۔	اخبار الاحیار	عبدالحق محدث دہلوی
۲۲۔	مہر منیر	فیض احمد فیض

فہرست مضامین

خطہ پوٹھوہار میں اسلام کی آمد

سرزمین پوٹھوہار کے حدود اربعہ کے متعلق مورخین اور مصنفین کے درمیان اختلاف ہے مگر اکثر نے دریائے جہلم سے دریائے سندھ کے درمیان شرقاً غرباً اور مری و ہزارہ کی پہاڑیوں سے لے کر کوہستان نمک کے درمیان شمالاً جنوباً پھیلے ہوئے علاقے کو پوٹھوہار کے نام سے موسوم کیا ہے۔ عہد اورنگ زیب عالمگیر کے ایک مصنف سبحان سنگھ نے اپنی تصنیف خلاصۃ التواریخ میں جو ۱۶۹۶ء میں لکھی گئی رقمطراز ہے کہ چھٹا دریا سندھ ہے۔ اس کے اور جہلم کے درمیان کا علاقہ پوٹھوہار دوابہ سندھ ساگر کہلاتا ہے۔ اس میں اضلاع اٹک، اسلام آباد، جہلم، چکوال اور راولپنڈی کے علاوہ ضلع میانوالی اور ضلع ہری پور کا کچھ علاقہ بھی شامل ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ میرے بھائی نے تذکرۂ اولیاء کے لئے خطہ پوٹھوہار کو چنا ہے میں بھی خطہ پوٹھوہار میں اسلام کی آمد کے بارے میں چند حقائق قارئین کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں طلوع اسلام کے بعد صوفیاء کرام اور اولیاء عظام نے اس خطہ میں اہم کردار ادا کیا اس میں مسلمان حکمرانوں کے مجاہدانہ رول کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ محمد قاسم بندو شاہ فرشتہ اپنی کتاب تاریخ فرشتہ جلد ا صفحہ ۸۰ پر لکھتا ہے کہ ۴۴ھ (۶۶۴ء) میں امیر معاویہؓ نے زیاد بن ابیہ کو بصرہ، خراساں اور سیستان کا حاکم بنایا اور اسی سال زیاد کے حکم سے عبدالرحمان بن ربیعہ نے کابل کو فتح کیا اور اہل کابل کو حلقہ بگوش اسلام کیا کابل کی فتح کے کچھ عرصہ بعد ایک نامور عرب امیر مہلب بن ابی صفرہ مرو کے راستے سے کابل و زابل (غزنی) آئے اور ہندوستان (پاکستان) پہنچ کر جہاد کیا۔ المہلب بن ابی صفرہ بنہ والا ہوار تک جا پہنچا یہ دونوں شہر ملتان اور کابل کے درمیان ہیں۔ فتح نامہ سندھ المعروف چچ نامہ (ص ۱۸۳ تا ۱۸۶) میں لکھا ہے کہ قلعہ برہمن آباد (سندھ) کے محاصرہ کے وقت محمد بن قاسم نے راجہ داہر کے بیٹے

جے سیہ کے مرکز پر حملہ کیا جہاں محمد بن حارث علافی بھی اپنے بعض دوستوں کے ساتھ حکومت وقت سے باغی ہو کر مقیم تھے۔ یہ تمام مسلمان بھی راجہ جے سیہ کے ساتھ وہاں سے فرار ہو گئے۔ علافی نے راجہ کشمیر سے مدد مانگی۔ جس دن علافی کی راجہ کشمیر سے ملاقات ہوئی اس دن راجہ نے پچاس گھوڑے اور دو سو قیمتی خلعتیں علافی کے ساتھیوں کو عنایت کیں اس کے علاوہ اپنے ملک کی حدود میں موضع شاکلہار (کلر کہار) جاگیر کے طور پر پیش کیا۔ آخر کار علافی شاکلہار (کلر کہار) میں ہی فوت ہو گیا اور جہیم بن سامتہ الشامی اس کا جانشین ہوا اس کی نسل آج تک وہاں موجود ہے اس نے وہاں مسجدیں تعمیر کروائیں۔ کلر کہار میں تخی باہو کے نام سے جو روضہ موجود ہے اس میں محمد علافی اور معاویہ علافی دونوں بھائیوں کے مزارات ہیں جو مزار علافی بھائی سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہو باہو کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ موضع کری نزد ماڈل ٹاؤن چک شہزاد اسلام آباد میں ایک قدیم گنبد والی مسجد جو پتھروں اور چونا راکھی سے تعمیر کی گئی ہے جس پر سن تعمیر ۱۸۹ھ درج ہے جس پر ایک کتبہ لگا ہوا تھا جس پر سن تعمیر درج تھا کسی ایرانی تاجر عبدالحفیظ نے بنوایا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسری سن ہجری میں بھی مسلمان یہاں آباد تھے۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ مسلمان خطہ پوٹھوہار میں طلوع اسلام کے ابتدائی عہد سے ہی آباد چلے آئے تھے۔ ۴۰۴ھ (۱۰۱۴ء) میں سلطان محمود غزنوی نے راجہ بھیم پال بھٹی راجپوت کو جو اس خطہ پوٹھوہار کا بادشاہ تھا پہلے مارگلہ نواح ٹیکسلا اور پھر نندنہ نزد کھیوڑہ میں شکست دے کر اس علاقے پر قبضہ کر لیا۔ غزنوی عہد کا مشہور مورخ ابوسعید بن عبدالحی گردیزی زین الاخبار کے صفحہ ۱۸۱ پر لکھتا ہے کہ فتح نندنہ کے بعد بے شمار کافروں نے اسلام قبول کیا۔ سلطان نے حکم جاری کیا کہ اس علاقے میں مسجدیں تعمیر کی جائیں اور علماء و اولیاء کو حکم جاری کیا کہ ہندوؤں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے۔ راجہ محمد عارف منہاس صاحب تاریخ راولپنڈی جلد دوم صفحہ ۸۶ و ۹۵ پر لکھتے ہیں کہ اس علاقے کی فتح کے

بعد عرب و دیگر علاقوں (وسط ایشیا، ایران و افغانستان) سے علماء، اولیا اور صوفیائے کرام یہاں بھاری تعداد میں آئے اور ان کے طفیل تیزی سے اسلام یہاں پھیلا۔ حضرت اسماعیل بخاری پہلے مبلغ اسلام ۳۹۵ھ (۱۰۰۵ء) میں اس علاقے میں وارد ہوئے اور اشاعت و تبلیغ اسلام فرمائی اور بعد ازاں لاہور چلے گئے حضرت سید علی بن سید عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش بھی یہاں سے تشریف لے جا کر لاہور میں سکونت پذیر ہوئے اور وہیں ۴۶۵ھ (۱۰۷۲ء) میں فوت ہو کر دفن ہوئے۔ میرے اپنے بزرگوں میں سے راجپوت چندربنسی قوم کی شاخ بھٹی کی گوت وریاہ کے بانی راجہ وریاہ کے فرزند غزنوی عہد میں ایک مسلمان مبلغ عبداللہ عباسی کے دست اقدس پر مسلمان ہوئے اور بقول ڈاکٹر غضنفر مہدی صاحب صدر ادبی تنظیم دائرہ اسلام آباد گولڑہ شریف کے نزدیک مارگلہ پہاڑ کے دامن میں ایک قصبہ شاہ اللہ دتہ ہے جہان بانی قصبہ شاہ اللہ دتہ بھاکری کا مزار آج بھی موجود ہے آپ غوری عہد میں اس علاقے میں اشاعت اسلام کی غرض سے آئے اور ۵۷۱ھ (۱۱۷۵ء) میں فوت ہو کر یہیں دفن ہوئے۔ اس کے علاوہ راجہ منہاس صاحب تاریخ راولپنڈی اور حاجی سکندر خاں تاریخ وادی چھچھ میں لکھتے ہیں کہ پنجاب و ہزارہ کے قطب شاہی اعوانوں کے جد اعلیٰ قطب الدین عون محمد بسلسلہ تبلیغ اسلام و جہاد یہاں تشریف لائے تھے اور ۵۷۱ھ (۱۱۷۵ء) میں شہید ہو کر موضع قطبا (علاقہ چھچھ) نزد کامرہ اٹک میں دفن ہوئے اسی طرح سلسلہ سہروردیہ کے ایک نامور بزرگ شمس الدین محمد سہروردی بن عثمان سہروردی یہاں تشریف لائے اور موضع شمس آباد (تحصیل حضرو) میں فوت ہو کر دفن ہوئے۔ الغرض غزنوی و غوری سلاطین کے دو سو سالہ دور اقتدار میں بے شمار علماء، صوفیاء اور اولیاء عرب، ایران، عراق، افغانستان اور وسط ایشیا کی اسلامی ریاستوں سے اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کے لئے یہاں تشریف لائے۔ انہوں نے مدارس و خانقاہیں اور مساجد تعمیر کروائیں جہاں لوگوں کی تعلیم و تربیت اور عبادت کا انتظام ہوتا تھا اور ساتھ ساتھ رہنے کے لئے حجرے اور کھانے کے لئے لنگر بھی ہوتا تھا۔

ہزاروں لوگوں نے ان بزرگوں کے اعمال، اخلاق اور تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور اس خطہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کو فروغ حاصل ہوا۔ مجھے خوشی ہے کہ میرے فاضل دوست مقصود احمد راہی نے ان بزرگان دین کے احوال کو قلمبند کیا ہے ان کی پہلی کتاب تذکرۂ اولیائے پوٹھوہار حصہ اول میں لگ بھگ ۱۰۶ بزرگان دین کا ذکر تھا اور اب حصہ دوم میں انہوں نے ایک صد سے زائد بزرگان دین سے ہمیں متعارف کیا ہے۔ ان کی یہ کاوش قابل تعریف ہے اس کو جتنا بھی سراہا جائے کم ہے۔ میں اپنے دوست کو اس گراں قدر تصنیف پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی عطا کرے تا کہ وہ اس میدان میں مزید نادر کتابیں لکھ کر علم دوست اور دینی حلقوں کی خدمت کر سکیں۔

راجہ نور محمد نظامی

ڈائریکٹر آرکیالوجیکل

ہسٹاریکل اینڈ کلچرل اکیڈمی اٹک ڈسٹرکٹ

مقیم بھوئی گاڑ تحصیل حسن ابدال

ضلع اٹک فون نمبر ۴۴۴۴۶۷۳

عرضِ حال

صوفیائے کشمیر اور اولیائے پوٹھوہار لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ جب بعض گستاخ زبانوں سے یہ کہتے سنا کہ بعضے ناواقفان از سفہا و کم خواندگان از علماء میگویند کہ ایں پیراں افعال بے دلیل میورزند و اعمال غیر سواد السبیل میکنند۔ اس وقت چند انتہا پسند بے ذوق اور کم فہم عناصر کی طرف سے اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مذموم پروپیگنڈہ مہم کا سلسلہ جاری ہے تا کہ عوام کی نظروں میں ان کی اہمیت اور درجہ کو گھٹایا جا سکے لیکن چونکہ آفتاب یا ماہتاب پر کوئی خاک اڑانے سے ان کی روشنی ماند نہیں پڑتی۔ اس طرح لوگوں کے دلوں سے ان برگزیدہ ہستیوں کی قدر و منزلت ختم نہیں کی جا سکتی۔ چاند پر تھوکنے کا انجام سب کو معلوم ہے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ!
نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ

غوث الثقلین، غوث ہمدانی، محبوب سبحانی، قطب ربانی، نور یزدانی، قندیل نورانی، پیران پیر روشن ضمیر شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودات و ارشادات آج بھی بھٹکے ہوئے لوگوں کے لئے چراغ راہ ہیں۔

آپ نے اولیائے عظام کی تعریف میں فرمایا۔

"کہ یاد رکھو کہ اولیاء اللہ نبیوں کے خلیفہ ہیں۔ جس چیز کا امر کریں قبول کرو کیونکہ وہ وہی حکم دیتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق ہو اور پھر اسی آستانے سے حضرت دیوان حضور بشندوری کو فیض حاصل ہوا اور ان کے خانوادے میں سے کئی ہستیوں نے گوجر خان اور مضافات کو منور اور تاباں بنا دیا۔ یہ عارفان جب اس قطعہ زمین پر

جمع ہوتے ہیں تو فرش زمین سے سقف آسمان تک روشنی کی بساط بچھ جاتی ہے۔

شراب کیسی خمار کیسا یہ سب تمہاری نوازشیں ہیں
پلائی ہے کس نظر سے تونے کہ مجھے اپنی خبر نہیں ہے

پوٹھوہار کی اسی سرزمین میں قطب الاقطاب شاہ عبداللطیف قادری کاظمیؒ المعروف بری امام سید الاولیاء شاہ جہاں بادشاہؒ، پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، حضرت فضل الدین چشتی صابری کلیامیؒ، حضرت پیر نظیر احمد سرکار موہڑویؒ، حضرت امام علی شاہ ہمدانی بھنگالی شریف، حضرت پیر سید نور محمد سرکارؒ، حضرت خواجہ احمد میرویؒ، حضرت میاں بخشؒ، حضرت خواجہ پیر محمد قاسم صادق موہڑویؒ، قبلہ عالم حضرت ثانی سرکارؒ اور ان گنت برگزیدہ ہستیاں پوٹھوہار کی سرزمین کو اسلام کی سنہری اور روپہلی کرنوں سے تابندہ اور درخشاں بنائے ہوئے ہیں۔

رنگ باتیں کریں اور باتوں سے خوشبو آئے

قافلہ سالار عشق حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ان پاک لوگوں کے چہروں کی صبح وشام زیارت کرتا ہے اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔

ہر کہ بیند روئے پاکاں صبح وشام
آتش دوزخ بود بروے حرام

میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف کیا خوب فرماتے ہیں۔

چنگیاں لوکاں دی یاری ایویں جیویں دکان عطاراں
بھانویں خوشبو لیئے نہ لیئے ملے آن ہزاراں

کشف المحجوب میں حضرت گنج بخش ہجویریؒ فرمان نبوی بیان کرتے ہیں۔

وہ فرمان نبوی کیا ہے۔ **من سمع صوت اهل التصوف فلا یو من علی دعائیهم عند الله من الغافلین** یعنی جو شخص اہل تصوف کی آواز سن کر آمین نہیں کہتا وہ اللہ کے نزدیک غافلوں میں سے ہے۔

صوفی حضرات چلہ کشی اور نفس کشی کے راستے پر گامزن رہے ان درویش صفت لوگوں کو مال ومتال کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ وہ تو ہر وقت عشق الٰہی میں کھوئے ہوئے رہتے ہیں۔

عقل والوں کے نصیبوں میں کہاں ذوق جنوں
عشق والے ہیں جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں

چنانچہ بہتر راستہ یہی ہے کہ ان بزرگان دین اور اولیائے اللہ کی قربت اختیار کی جائے اور ان کو اپنا مرشد اور راہبر تسلیم کیا جائے کیونکہ انبیاء اللہ کی محبت سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہیں وہ صاحب اسرار

ان خدا کے مقرب اور محبوب بندوں کا ذکر میں نے نیک نیتی سے قلمبند کیا ہے۔ اس تذکرے سے بھی وہ نیک اور راسخ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو ان برگزیدہ بزرگان دین کی عظمت اور قدر وقیمت کو جانتے ہیں لیکن جن کا عقیدہ ہے کہ خواہ فرشتے ہی زمین پر کیوں نہ اتر آئیں وہ ان پر ایمان نہ لائیں گے تو مجھے ان سے کوئی گلہ وشکوہ نہیں۔ میری تو سب توانائیاں ایک صوفی سرشت ہونے کے ناطے اپنی کتاب میں پوٹھوہار کی ان عظیم ہستیوں کے لئے وقف ہیں جو اللہ کی اطاعت وعبادت، محبوبیت اور مقربیت کی راہ پر گامزن رہے۔ اگر کوئی اس تذکرے کو پڑھتا ہے تو میرے نزدیک اس کے لئے جنت میں جانے کے لئے یہی زادِ راہ ہے کیونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انبیاء کرام، صحابہ کرام، اہل بیت اور اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام کا ذکر کرنا، اُن کے حالات وواقعات، احوال وکیفیات، ریاضیات ومجاہدات، مشاہدات کمالات اور اقوال وفرمودات کا بیان کرنا ہر صاحب ایمان ومحبت کا محبوب عمل رہا ہے۔ علماء کاملین اور اولیاء وعارفین ایسے تذکروں کو خود لکھتے اور پڑھتے رہے ہیں۔ ہر دور میں اس موضوع پر کتابیں تصنیف ہوئیں اور سنت الٰہی کی برکات کو عام کیا جاتا رہا۔ میں نے بھی اپنا

فرض نبھایا ہے۔صد شکر ہے کہ پوٹھوہار کے شاہی ایوانوں،صوفیاء ذی قدر کے درباروں اور آستانوں میں اس کا تذکرہ ہوا۔اہل بصیرت حضرات نے میری تعریف کی۔پیروں فقیروں نے اس حقیر پر تقصیر کے لئے دل سے دعائیں دیں۔اس بات کا ثبوت ہے کہ لوگ صلحا و صالحین اور اولیائے کاملین کے بارے میں لکھنے والوں کو کس قدر پیار کرتے ہیں۔مجھے اگر اس وافر مقدار میں پیار مل رہا ہے تو اس سے بڑھ کر میرے کئے کیا سعادت ہوگی۔

میرے لئے تو ان کی محبت ہی کافی ہے۔اگرچہ اس راستے میں مجھے بعض تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن بقول شاعر۔

جفائے دوست کی لذت کو غیر کیا جانے
یہ تیرا کرم ہے کہ چنا مجھ کو امتحاں کے لئے

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

اولیائے اکرام اور مشائخ عظام وہ صالحین ہیں جن کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے۔ان نفوس قدسیہ کا ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ان نیک لوگوں کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے۔اولیاء اللہ اور بزرگان دین ہر دور میں موجود رہے ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے۔ان اولیاء کی اطاعت لازم ہے کیونکہ انہی سے اللہ کی پہچان ممکن ہے جو لوگ ان سے دور ہوتے ہیں وہ خدا سے بھی دور ہو جاتے ہیں۔بقول مولانا رومؒ

چوں شدی دور از حضور اولیا
درحقیقت گشتہ دور از خدا

کتاب کی تکمیل مجھ ناکس کی بس کی بات نہیں تھی اس کے لئے میرے دوستوں نے میری راہنمائی کی۔بزرگان دین نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور میری دست گیری کی۔

میں اپنے ان تمام کرم فرماؤں اور معاونین کا شکر گزار ہوں خصوصاً پیر گمٹی شریف جناب پیر ارشد مدظلہ علیہ جو بہ نفس نفیس مجھے مختلف آستانوں میں لے کر جاتے رہے۔جناب پیر ارشد مدظلہ علیہ معدے کی تکلیف میں مبتلا تھے لیکن انہوں نے اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اور اس نیک کام میں میری معاونت کی۔میں اپنے دوست عبدالرشید صاحب کا بھی شکر گزار ہوں۔آپ شاہ ناصرالدین کی نسل سے ہیں۔مجھے انہوں نے گاڑی کی سہولت بہم پہنچائی۔ان کی لائبریری میں موجود قلمی نسخے بھی میرے لئے بڑے کارآمد ثابت ہوئے۔جناب نور محمد نظامی صاحب بھوئی گاڑ کا بھی شکر گزار ہوں ان کا ریسرچ ورک بھی میرے کام آیا۔میں جناب آغا سید پھول شاہ کاظمی پشاور اور پیر سید عباس نعیم مسعود آباد کی قلمی معاونت کا بھی شکر گزار ہوں۔خدا ان سب کو جزائے خیر دے۔

گیارہویں صدی ہجری میں پوٹھوہار کے افق پر عرفان الٰہی اور عشق و محبت مصطفوی نے لازوال اُجالا کیا۔چار صدیوں تک غوث الاعظم کے چراغ یہاں روشن رہے اور اس کی ضو اور مہک نے لاکھوں قلوب پر اپنے اثرات مرتب کئے۔انہی عاشقان رسول اور غوث اعظم کے شیدائیوں کی تفصیل میں نے اس کتاب میں بیان کی ہے۔صوفیاء کرام کے چاہنے والوں نے میری ناچیز خدمات کا اعتراف کیا۔یہ میرے لئے ایک بڑا اعزاز ہے۔میرے حوصلوں کو تقویت ملی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے قبل زیادہ سے زیادہ اسلامی موضوعات پر اور ان بزرگان دین پر لکھتا چلا جاؤں جنہوں نے ہمارے لئے راہیں متعین کیں اور ہمیں ایسا راستہ دکھایا جس پر چل کر ہم اپنی دنیا اور آخرت سدھار سکیں۔

باطل کو کہاں تاب ہے تکبیر کے آگے
ظلمت بھی کوئی چیز ہے تنویر کے آگے

احقر مقصود احمد راہی

بوقت ایک بجے رات
مورخہ 20 جون 2010



پیش لفظ

اللہ رب العزت کچھ لوگوں کو اسی دولتِ اضطراب سے نواز دیتا ہے جسے وہ اپنا سب کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ بے چینی اور اضطراب کی اس کیفیت کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ ہر لحہ کچھ نہ کچھ سر کر لینے کے در پے ہوتے ہیں اور اللہ سے بھی کچھ ایسی ہی دعا مانگتے نظر آتے ہیں۔

وہ جو آسودگی چاہیں تو انہیں آسودہ کر
بے قراری کی لطافت مجھے تنہا دے دے

بے قراری کی اس لطافت سے نہال ہو کر مقصود احمد راہی نے اپنا تخلیقی سفر جاری رکھا ہوا ہے بلکہ میں تو کہوں گا کہ بڑی توانائی سے جاری رکھا ہوا ہے۔ کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کی آرزو نے انہیں متحرک رکھا ہوا ہے۔

اگر چہ میں شروع میں انہیں صرف ماہر کشمیریات سمجھ بیٹھا تھا لیکن رفتہ رفتہ مجھ پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ وہ نہ صرف ایک اچھے نعت گو شاعر ہیں بلکہ عمومی موضوعات کے حوالے سے ایک کامیاب اور معتدل ادیب بھی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ''تذکرہ اولیائے پوٹھوہار'' حصہ دوم اس کی ایک درخشاں مثال ہے۔ اس سے قبل تذکرہ اولیائے پوٹھوار کے حوالے سے ایک خوبصورت تخلیق منظر عام پر آ کر اربابِ فکر و دانش سے داد و تحسین حاصل کر چکی ہے اور حکایات صوفیائے کشمیر بھی مذہبی حلقوں میں مقبول عام ہے۔

اس کتاب کی تخلیق میں جناب راہی صاحب نے حقیقی مشاہدے کی غرض سے مختلف درگاہوں کا بنفس نفیس دورہ بھی کیا۔ کہیں کسی عزت مآب پیر سجادہ نشیں سے آمنے سامنے کی گفتگو تو کہیں قدسی خانوادے کے کسی معزز فرد سے معلومات اکٹھی کرنے کی مخلصانہ کوشش، اس جہد مسلسل کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ان کی نہ پیرانہ سالی کہیں حائل ہوئی اور نہ کوئی علالت یا کمزوری۔ اس جواں ہمت ادیب نے ایک ایسے توانا لکھاری کا

روپ دھار رکھا ہے جو اپنے حال میں مست محدود وسائل کے باوجود قارئین ادب کو وقفے وقفے سے اچھی کتب مہیا کر رہا ہے۔ ان دنوں بھی ان کی ایک اور کتاب تکمیل کے مراحل میں ہے اور یقیناً وہ ادب پارہ بھی ان کے دیگر ادب پاروں کی طرح آپ کو پسند آئے گا۔

باوجود اس کے کہ راہی صاحب نے تذکرہ اولیائے پوٹھوہار کے حصہ اول میں کم و بیش 104 صوفیاء کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اپنی اس کوشش کو تشنہ تکمیل تصور کرتے تھے۔ ان کی کوشش تھی جو روحانی چراغ اس کتاب کا حصہ بننے سے رہ گئے ہیں انہیں کسی اگلی اشاعت کی فہرست بنایا جائے۔ راہی صاحب چونکہ اپنے اس مقصد میں نہ صرف مخلص ہیں بلکہ صدقِ دل سے متحرک بھی ہیں۔ لہٰذا مجھے یقین تھا کہ کچھ ہی عرصہ کے بعد راہی صاحب کی ایک اور روشن، چمکتی، دھمکتی ہوئی تصنیف منظر عام پر آ جائے گی۔ چنانچہ آج وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ امید ہے کہ یہ زیرِ نظر کتاب بھی بھرپور پذیرائی حاصل کرے گی۔

نعیم اکرم قریشی

صدر بزم عروج ادب پاکستان

مرشد کامل کی راہنمائی

اسلام محض علم کا نام نہیں بلکہ عمل کا نام ہے اور عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔ اسلام محض تبلیغ کا نام نہیں بلکہ تعمیل کا نام ہے اور تعمیل کے لئے خلوص چاہیئے اور خلوص کے لئے عشق چاہیئے۔ اسلام محض مقصودِ حیات جاننے کا نام نہیں اس کو پانے کا نام ہے اور پانے کے لئے طریقت کے سکول کی ضرورت ہے۔ مرشد کامل کی راہنمائی کی ضرورت ہے۔ اسلام محض فلسفیانہ موشگافیوں کا نام نہیں بلکہ عملی جدوجہد کا نام ہے اور جدوجہد کے لئے مرشد کامل کی راہنمائی میں مجاہدہ نفس کی ضرورت ہے۔ جدوجہد میں عزم و یقین سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے

سید محمود شاہ سرکارؒ

جناب امام بری سرکار سید عبد اللطیفؒ کے والد صاحب کا اسم گرامی سید محمود شاہؒ سرکار ہیں ان کا مزار اسلام آباد آبپارہ میں ہے۔ آپ حضرت موسیٰ کاظمؒ کی آل سے ہونے کی وجہ سے مشہدی حسینی سید ہیں۔ بری سرکار کے دو بھائی تھے، جن کے نام شاہ درویشؒ اور دوسرے بھائی کا نام چھوٹے شاہؒ صاحب تھا۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی جناب غلام فاطمہؒ تھا۔ بری سرکارؒ اور پیرے شاہ غازی دمڑیاں والی سرکار آپس میں پیر بھائی تھے۔ آپ کے مرشد حضرت سید امیر بالا پیر زندہ پیر سرکار تھے۔ سید محمود شاہ کے ہاں امام الفقراء سید عبد اللطیف شاہ سرکار 1206ھ میں کرماں گاؤں ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ سید محمود شاہ چکوال سے نقل مکانی کر کے اپنے خاندان کے ہمراہ آبپارہ کے نزدیک موضع باغاں میں مقیم ہوئے۔ یہ علاقہ بنجر و بے آب تھا لیکن اس خاندان کی آمد کے بعد ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہوگئی اور یہ بستی حقیقی معنوں میں باغات سے آراستہ ہوئی۔ سید محمود شاہ نے باغ کلاں میں کھیتی باڑی سے زندگی کا آغاز کیا اور یہیں ساری زندگی گذار دی۔ آپ کا بیٹا سید عبدالطیف شاہ المعروف بری امام سرکار اس سرزمین پر آفتاب کی مانند چمکے اور خاندان کی شہرت کا باعث بنے۔ تا حیات لوگ ان کے آستانے پر حاضری دیتے رہیں گے اور فیض حاصل کرتے رہیں گے۔ سید محمود شاہ صاحب کا مزار آبپارہ کے نزدیک مرجع خاص و عام ہے۔ عقیدت مند سید عبدالطیف بری امام کے مزار پر حاضری دینے سے پہلے ان کے والد کے مزار پر حاضری دینا لازم سمجھتے ہیں۔ خدا آپ کے درجات بلند فرمائے (آمین)۔



درگاہ حضرت سید عبداللطیفؒ ... ی کاظمی المعروف بری امام سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا بیرونی منظر

حضرت سید بری شاہ لطیفؒ المعروف بری امام سرکار

شجرہ نسب

آپ کا شجرہ نسب تحقیق کے بعد قارئین کی معلومات اور علمی ذوق کے پیش نظر پیش خدمت ہے۔

شاہ لطیفؒ بن شاہ محمودؒ بن شاہ احمدؒ بن شاہ بودلہؒ بن شاہ سکندرؒ بن شاہ سید امین علی سیرؒ بن سید عبدالکریمؒ بن اوجاء الدینؒ بن محمد ولیؒ بن محمد ثانی غازیؒ بن احمد محمد سابقؒ بن سید سلطان ابو القاسم حسینی مشہدیؒ بن سید محمد بشیرؒ بن عبد الرحمان رئیس الزماںؒ بن سید اسحاقؒ بن موسیٰ کاظمؒ بن امام جعفر صادقؒ بن امام باقرؒ بن امام زین العابدینؒ بن امام حسینؑ بن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

پیدائش

شاہ عبد اللطیفؒ کی ولادت باسعادت ۱۰۳۶ھ بمطابق ۱۶۱۷ء میں عہد جہانگیری میں موضع کرسال سید کسراں تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی میں ہوئی اور یہ آفتاب پوٹھوہار کی وادی میں اپنی نورانی کرنوں سے ضوفشانی کرنے لگا۔

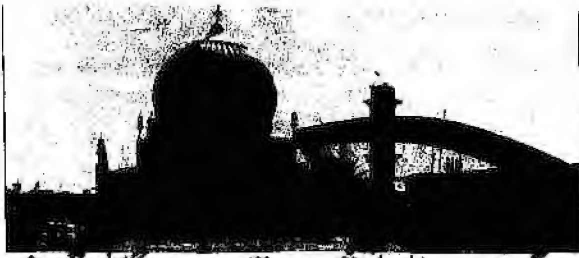
تعلیم و تربیت

آپ کے والد ماجد شاہ محمودؒ زمینداری کرتے تھے انہوں نے مویشی پال رکھے تھے آپ کے ذمہ اپنی بھینسوں کو چرانے کا کام تفویض ہوا مگر یہ کام آپ کی طبع کے موافق نہ تھا آپ تو کسی اور مشن پر دنیا میں تشریف لائے تھے۔ آپ مادر زاد ولی تھے چنانچہ جب آپ کی کرامات ظاہر ہوئیں تو آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دی گئی۔ علوم ظاہری کی تعلیم غور غشتی ضلع اٹک اور دیگر مدارس میں ہوئی یہاں آپ نے فقہ حدیث، منطق، ریاضی، طب اور دیگر علوم سے روشناس ہوئے۔

سفر: علوم دینوی کے بعد عملی مشاہدے کے لئے ایک طویل سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔آپ نے تقریباً پچیس سال غیر ممالک میں مقامات مقدسہ کی زیارات سے دل ودماغ کو روشن کیا اور اکتساب کے لئے اللہ کے برگزیدہ بندوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے آپ نے کئی برگزیدہ ہستیوں کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا۔اس سلسلہ میں انہوں نے کشمیر، بدخشاں، بخارا، مشہد، بغداد، کربلا معلی، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور دمشق کا سفر کیا اور مقاصد کے حصول کے بعد وطن کا رخ کیا اور یہاں آکر رشد وہدایت کے علاوہ درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔
آپ اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں یعنی ۱۰۶۹ھ بمطابق ۱۶۵۸ء۔۔۔۱۱۱۸ھ بمطابق ۱۷۰۷ء میں نور پور شاہاں کے مقام پر گوشہ نشین ہوئے۔آپ نے روحانی تعلیم حضرت جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر سے حاصل کی جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث پاک کے پوتے تھے۔اس کے علاوہ آپ نے شیخ نصیر الدین قریشی ملتانی سے علم معرفت میں فیض حاصل کیا۔ابو البرکات حضرت سید حسن پشاوری نے آپ سے ۱۰۷۷ھ بمطابق ۱۶۶۵ء میں اور شاہ محمد غوث لاہوری نے ۱۱۱۶ھ بمطابق ۱۷۰۴ء میں آپ سے ملاقات کی۔

خلفاء: آپ کے مشہور خلفاء میں حضرت شیخ بہلول دریائی متوفی ۱۰۳۹ھ بمطابق ۱۶۲۹ء ہیں جن کا مدفن جھنگر شاہ بہلول ضلع گوجرانوالہ میں ہے اس کے علاوہ شاہ حسین بھی شہرت رکھتے ہیں۔

وفات: آپ نے ۱۱۱۷ھ بطابق ۱۷۰۵ء میں وفات پائی۔آپ کا مزار نور پور شاہاں اسلام آباد میں مرجع خلائق ہے۔مشائخ قادریہ میں آپ کی تاریخ وفات ۹۶۴ھ بمطابق ۱۵۵۶ء اور خزینۃ الاصفیاء میں ۹۶۲ھ درج ہیں۔یہ دونوں تاریخیں غلط ہیں۔آپ کی کرامات کا ذکر میں اپنی اولیائے پوٹھوہار کے حصہ اول میں قلمبند کر چکا ہوں۔اس وقت یہ اضافی معلومات قارئین کی راہنمائی اور علم وبصیرت کے لئے احاطہ تحریر میں لایا ہوں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اولیاء اللہ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی استطاعت عطا فرمائے (آمین)



آستانہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ بھنگالی شریف

پیشوائے سالکین، رہنمائے مقربین، قطب الاقطاب اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کا بیان مجھے جان ودل سے زیادہ عزیز ہے اسی سلسلہ میں میں اپنے دوستوں کے ہمراہ بھنگالی سریف کے آستانہ، فیض کاشانہ، ورودگاہ کاملین کی زیارت کے لئے وہاں گیا۔میں نے اپنی سابقہ کتاب تذکرۂ پوٹھوہار کے حصہ اول میں نقشبندیہ قادریہ بھنگالی شریف میں سید گلاب شاہ ہمدانیؒ کے روحانی وارث حضرت پیر سید امام علی شاہ ہمدانیؒ اور ان کے فرزند عالی مرتبت حضرت پیر سید محمد عبداللہ شاہ ہمدانیؒ کا احوال قلمبند کیا تھا لیکن ان اہل سادات کے سرخیل قائدین جنہوں نے بھنگالی شریف میں شریعت وطریقت کے چراغ روشن کئے ان کے آستانوں پر حاضری کی سعادت نصیب نہیں ہوئی تھی لیکن دل میں خواہش تھی کہ شاہ ہمدانؒ کے خطہ پوٹھوہار میں جانشینوں اور موجودہ سجادہ نشینوں کے آستانوں پر حاضری کا موقع ضرور ملے گا۔چنانچہ آخر کار میری محبت نے رنگ دکھایا اور مجھے اس دربار میں جانے کا شرف باریابی حاصل ہوا۔میں نے یہاں نقشبندیہ اور قادریہ کے عظیم راہنماؤں اور اولیائے عظام حضرت پیر سید امام علی شاہؒ اور حضرت سید محمد عبداللہ شاہ ہمدانیؒ کے روضۂ مبارکہ کی زیات کی اور دعائیں مانگیں۔اس کے بعد شاہ ہمدان کے تخت پر فائز موجودہ سجادہ نشین محترم ومعظم حضرت پیر جناب جابر حسین شاہ ہمدانی مدظلہ العالی سے ملاقات کی جو اس وقت اپنے مریدوں کے جھرمٹ میں بیٹھے ان کے دلوں کے زخموں پر اپنی دعاؤں کی مرہم لگا رہے تھے۔میں نے آپ کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اپنی آمد کی غرض وغایت بیان کی۔میرا مقصد ومدعا حضرت عبداللہ شاہؒ کے موجودہ وارثین کی سوانح حیات کے اہم گوشوں کو موجودہ کتاب میں قارئین کرام کے سامنے لانا مقصود تھا۔خدا کا شکر ہے کہ میرا یہ مقصد پورا ہوا۔آیئے قارئین آپ بھی ان کے حالات زندگی سے استفادہ حاصل کریں۔

صاحبزادہ سید ضیا محمد شاہ ہمدانی مدظلہ العالی

پیدائش

آپ ۱۹۶۱ء میں بھنگالی شریف میں پیدا ہوئے۔آپ کے والدگرامی حضرت پیر سید محبت حسین ہمدانیؒ اس علاقہ کے مشہور اولیاء کرام میں سے تھے۔وہ نہایت جمالی وجلالی صفات کے مالک تھے اور علم وعرفان کے وہ روشن چراغ تھے جس کی روشنی سے اس علاقے کی فضا نورانی کرنوں سے جگمگا رہی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت میں آپ کے والد ماجد سید محبت حسین کا نمایاں کردار ہے۔آپ نے اپنے فرزند کی دینی تعلیم میں خصوصی دلچسپی لی اور اسے علم تصوف کے اہم گوشوں سے متصف کیا اور آپ کو ہمہ جہت شخصیت کا مالک بنادیا آپ پر قلندرانہ رنگ غالب نظر آتا ہے۔

منتظم اعلیٰ کی حیثیت سے

حضرت پیر سید محمد عبداللہ شاہ ہمدانی کے وصال کے وقت ان کے صاحبزادوں سید مخدوم عباس محمد شاہ ہمدانیؒ اور سید محمد جابر علی شاہ ہمدانیؒ کم عمری کی وجہ سے آستانے کے امور سے نابلد تھے اور بچوں کے تایا محبت حسین شاہ ہمدانی کے قویٰ بھی ضعیف اور ناتواں ہو چکے تھے ان حالات میں اس مضبوط اعصاب اور ہوش واعصاب کے مالک نے بھنگالی شریف کے دربار کا انتظام والصرام اپنے ہاتھوں میں لیا اور اپنی انتظامی صلاحیتوں کی بنا پر آستانے کے انتظامات کو احسن طریقے سے چلایا کہ ہر طرف اللہ اکبر کے نعرے اور ان تعریف وتوصیف کے نقارے بجنے لگے۔آپ نے اپنے چچا ہونے کے ناطے اپنے بھتیجوں کی پرورش ونگہداشت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور اس کے ساتھ ساتھ انتظامی صلاحیتوں کا بھی بھرپور مظاہرہ کیا۔آستانہ عالیہ میں عرس کی تقریبات کے علاوہ ہفتہ وار مجلسوں کا انعقاد بھی کیا۔اس کے علاوہ یوم وصال

حضرت پیر محمد عبداللہ شاہ ہمدانیؒ، میلاد کانفرنس اور شہدائے کربلا کانفرنس جیسے نئے پروگرام ترتیب دیئے گئے۔آپ نے نماز جمعہ کا بھی آغاز کیا۔جامع مسجد سید مخدوم عباس محمد شاہ ہمدانی میں باقاعدگی سے نماز جمعہ پڑھائی جانے لگی جس میں گوجر خاں کے قرب وجوار سے ہزاروں لوگ نماز جمعہ میں شرکت فرماتے ہیں۔

آپ ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں تحفظ ناموس رسالت کے لئے ۱۹۸۴ء میں تنظیم سپاہ کے زیر اہتمام آپ کی مساعی قابل ستائش ہیں۔آپ نے لادینی قوتوں کی شیطانی حرکات کے خلاف ہر میدان میں صف آرائی کی اور ان قوتوں کے عزائم کو ناکام بنایا۔آپ سیاسی، سماجی، دینی اور دنیوی امور میں خاصی دلچسپی رکھتے ہیں۔

انسان دوستی

آپ کی انسان دوستی ضرب المثل ہے آپ کے پاس پریشان حال لوگوں کا اژدہام لگا رہتا ہے۔آپ نے بے شمار فلاحی کام کئے۔بھنگالی شریف کی گلیوں کو بجلی کے قمقموں سے روشن کروانا اور گلیاں پختہ کروانا جیسے کام آپ کے طفیل ممکن ہوئے۔آپ نے بھنگالی شریف میں دستکاری سکول قائم کیا اور طالبات کو سلائی کڑھائی کے ہنر سکھانے کے لئے ان کی مکمل معاونت کی۔آپ نے مخدوم عباس پبلک سکول بھی قائم کیا اور اصلاح معاشرہ کے لئے ایک ہفت روزہ اخبار فضائے امن جاری کیا۔آپ انٹرنیشنل پیس کونسل کے سیکریٹری بھی ہیں۔افسوس بھنگالی شریف میں جانے کے باوجود آپ کی علالت کی وجہ سے آپ سے ملاقات نہ ہوسکی پیر سید ضیا ہمدانیؒ کو شوگر کا مرض لاحق ہے خداوند تعالیٰ انہیں صحت دے تاکہ اپنے آستانے اور مسلمانان وطن کے لئے مزید کام کرسکیں۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

حضرت پیر سید محمد جابر علی شاہ مدظلہ علیہ العالی

پیدائش

آپ حضرت سید محمد عبداللہ شاہ ہمدانیؒ کے فرزند عزیز ہیں، آپ ۷ جولائی ۱۹۸۰ء میں بروز سوموار سحری کے وقت پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اس عظیم شخصیت کی گود میں پرورش پائی جس کے وصال پر چار سوابابیلوں کے جھرمٹ نے اس عظیم ولی کو سلامی دینے کے لئے بھنگالی شریف کی فضاؤں میں پرواز کی اور ان کے جنازہ کے ساتھ ساتھ رہیں اس ولی اللہ نے اپنے صاحبزادوں کی تعلیم وتربیت اپنے مبارک ہاتھوں سے سرانجام دی لیکن کیونکہ بہت کم عمری میں اس عظیم المرتبت باپ کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا اس لئے یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ بہرحال ولایت ومعرفت کے خزینے آپ نے اپنے چچا حضرت سید پیر ضیا ہمدانی سے حاصل کئے۔

سجادہ نشینی

آپ کے والد گرامی غوث زماں پیر سید محمد عبداللہؒ نے اپنی موت کے دنوں میں ایک تقریب میں آپ کی سجادہ نشینی کا اعلان کیا۔ آپ نے بچپن ہی سے اپنے فرائض منصبی نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔ اس سلسلے میں حضرت پیر سید ضیا محمد شاہ ہمدانیؒ نے بھی اس کم عمر صاحبزادے کو ان فرائض کی سرانجام دہی میں مکمل راہنمائی فراہم کی۔

حج بیت اللہ شریف

آپ نے ۱۹۹۴ء میں عمرہ کی سعادت حاصل کی اور ۲۰۰۰ء میں فریضہ حج ادا کیا۔ اس کے بعد حرمین شریفین کی زیارت سے متعدد بار بہرہ ور ہوئے۔ آپ نے بیرون ملک کے بھی

متعدد چکر لگائے اور وہاں موجود مسلمانوں کی رشد وہدایت اور راہنمائی سے اصلاح فرمائی۔

آپ اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ شاہ ہمدانیؒ کے عرس پر نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی عرس کی تقریبات میں شرکت فرماتے ہیں۔

مریدین کے اسمائے گرامی

آپ کے یوں تو ہزاروں مرید ہیں لیکن چند خاص مریدوں اور خلفاء کو خصوصی اہمیت حاصل ہوئی جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ جناب حاجی محمد یونس ۲۔ جناب بابو محمد صدیق صاحب ۳۔ جناب راجہ محمد نذیر صاحب ۴۔ جناب صوفی آزاد صاحب ۵۔ جناب مسعود عالم شاہی ۶۔ راجہ عزیز احمد ۷۔ جناب قاضی اشتیاق صاحب ۹۔ جناب چوہدری محمد رشید صاحب ۱۰، جناب حاجی عبدالحمید اور صوفی محمد یونس قابل ذکر ہیں۔



حضرت سید جابر حسین سجادہ نشین بھنگالی شریف

آٹھ نبیوں کی سنت

سید عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم فرماتے ہیں۔ تصوف آٹھ چیزوں کا نام ہے۔ دوسرے لفظوں میں صوفی کو آٹھ نبیوں کی سنت پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سخاوت (۲) حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا ۳) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی (۴) حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر (۵) حضرت زکریا علیہ السلام کی مناجات (۶) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی غربت ۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خرقہ پوشی (۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیاحت اور حضور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا فقر

حضرت پیر سید مخدوم عباس محمد شاہ ہمدانیؒ

پیدائش

آپ حضرت پیر سید محمد عبداللہ شاہ کے گلشن کے پہلے حسین پھول تھے۔ آپ کی پیدائش کی خبر سے ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ کے گھر مبارک باد دینے والوں کا تانتا بندھ گیا آپ کی تاریخ پیدائش ۲۰ جون ۱۹۷۷ء ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم جونیئر پبلک سکول رتیال سے حاصل کی ۔ اس کے بعد راولپنڈی سرسید پبلک سکول ٹیپو روڈ میں داخل ہوئے اور وہاں گریجویشن مکمل کی۔ آپ کو روحانی تعلیم گھر سے حاصل ہوئی آپ قطب دوراں کے ہونہار فرزند جمیل تھے اس لئے آپ کی پاکیزہ ماحول میں پرورش ہوئی جس سے آپ کی شخصیت میں چار چاند لگ گئے۔

زیارت حرمین شریفین

۱۹۹۷ء میں آپ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے اور ۲۰۰۱ء میں حج کی سعادت سے مشرف یاب ہوئے اس کے بعد بھی آپ کئی بار حج بیت اللہ شریف اور روضہ رسول پر حاضری کے لئے مکہ اور مدینے جاتے رہے اور اپنے قلب کو منور کرتے رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اضطراری حالت اور بے چینی کی حالت میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ پھوپھی صاحبہ کے ہمراہ مسجد نبوی میں نماز ادا کر رہا ہوں اتنی دیر میں سرکار دو عالم ﷺ مسجد میں تشریف لائے انہوں نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور ہم نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی بعد میں جب آپ کو اپنی پھوپھی کے ساتھ دربار رسالت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو وہ مقام جب دیکھا تو بالکل وہی تھا جو خواب میں دیکھا تھا۔



حضرت پیر سیّد محمد جابر علی شاہ ہمدانی صاحب کی اپنے والد گرامی
حضرت پیر سیّد محمد عبداللہ شاہ ہمدانیؒ صاحب کے ساتھ ایک یادگار فوٹو



حضرت پیر سید عبدالقادر شاہ اور حضرت پیر سید ضیا محمد شاہ ہمدانی کا گروپ فوٹو



حاجی پیر سید محمد عبداللہ شاہ ہمدانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک



سرتاج السالکین زبدۃ العارفین شیخ المشائخ حضرت باباجی سید پیر فقیر محمدؒ



حضرت باباجی پیر سید احمد نبی المعروف کالی زلفاں والی سرکار



حضرت باباجی پیر سید حیدر شاہؒ کالی چادر والی سرکار

مصروفیات

آپ آستانہ عالیہ کے انتظامی امور سے منسلک ہیں اور ان انتظامی امور کو احسن طریقے سے سر انجام دے رہے ہیں۔ دربار میں نورانی محفلوں کے انعقاد میں بھرپور حصہ لیتے ہیں آپ بدھ اور ہفتہ کو والد ماجد کی عظیم مسند پر جلوہ افروز ہو کر اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں حضرت پیر سید جابر علی شاہ ہمدانیؒ کے بیرون ملک دورے کے دوران بھی آپ اس مسند پر بیٹھ کر سجادہ نشینی کے فرائض ادا کرتے ہیں۔

اخلاق حسنہ

آپ نے ایک ایسے خاندان میں آنکھ کھولی جو علوم ظاہری و باطنی کی تابانیوں سے جگمگا رہا تھا آپ کو ماں کی گود سے لے کر عہد شباب تک علم و عرفان کا گہوارہ ملا اس حسن تربیت کی بنا پر آپ کو اخلاق حسنہ گھٹی میں ملے۔ آپ سادہ طبیعت ہیں اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ آپ کی زندگی تقویٰ اور پرہیزگاری سے آراستہ ہے، زبان نہایت شائستہ ہے۔ ہر ایک سے ادب سے پیش آتے ہیں۔ آپ اپنے مریدین کو اتباع سنت اور شریعت مطہرہ پر عمل کی تلقین کرتے ہیں۔ آپ عاشق رسول ہیں اور کیوں نہ ہو آپ قطب دوراں میر بزم عاشقاں کے فرزند ارجمند ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی صلاحیتوں میں مزید اضافہ کرے اور آپ کو اس آستانے کی خدمت کا موقع ملے (آمین)

کوئی کیا بتائے کہ چیز کیا یہ گداز عشق رسول ہے
جو نہاں ہو دل میں تو آگ ہے جو نظر نہ آئے تو پھول ہے

چورہ شریف کی عظیم ہستیاں

چورہ شریف کی اجمالی تاریخ میں اپنی کتاب تذکرہ اولیائے پوٹھوہار جلد اول میں بیان کر چکا ہوں لیکن اس میں اس عظیم روحانی گھرانے کی چند عظیم ہستیوں کا ذکر باقی تھا اور میری نظر میں ان بزرگان دین کے تذکرے کے بغیر یہ تاریخ مکمل نہیں ہوتی اس لئے میں ان بزرگ ہستیوں کا احوال بیان کر کے اپنا فرض پورا کرنا چاہتا ہوں مجھے خوشی ہے کہ اس کے باوجود باواجی سرکار جناب پیر سید محمد شبیر علی شاہ گیلانی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی نے میری اس کاوش کو میرے نام ایک مکتوب میں سراہا۔ اگرچہ میں اس تعریف و توصیف کے قابل نہیں۔ مجھے تو ان بزرگان دین کی دعاؤں کی ضرورت ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ مجھے یہ دعائیں وافر مقدار میں مل رہی ہیں۔ میں اس تمہید کو طوالت نہیں دینا چاہتا۔ آیئے چورہ شریف کی ان عظیم ہستیوں کا احوال سنیں جن کی عظمتوں کی کہانیاں اب بھی پوٹھوہار کی سرزمین میں گونج رہی ہیں۔

حضرت باباجی سید پیر فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش

آپ کے والد حضرت قبلہ عالم خواجہ سید نور محمدؒ عرف باواجی کے ہاں ۱۲۱۳ھ تیزئی شریف علاقہ تیراہ میں ایک آفتاب ولایت طلوع ہوا جس کی روشنی سے یہ علاقہ نور الٰہی سے چمک اٹھا۔ اس نووارد بچے کا نام سید فقیر محمد رکھا گیا۔ پیدائش کے وقت آپ کے دادا حضرت فیض اللہؒ نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا اور پیشینگوئی کی کہ لڑکا بڑا نیک بخت ہوگا اور ایسا چراغ ثابت ہوگا جس کی روشنی سے سارا عالم منور ہوگا آپ کی پیشینگوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس چراغ کی روشنی پھیلتی چلی گئی اور اس سے کئی چراغ روشن ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والد حضرت خواجہ سید نور محمدؒ کے روحانی کمالات و تصرفات سے کون واقف نہیں۔ آپ جامع صفات بزرگ تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں انہوں نے اپنے صاحبزادے کو اپنے علم و فضل کے خزانے سے مستفید کیا اس طرح جلد ہی آپ اپنی قابلیت اور ذہانت اور صوفیانہ رغبت اور لگاؤ کی وجہ سے بلند مقام تک جا پہنچے۔ آپ کو آپ کے والد ماجد نے فیوض و برکات لامتناہی سے بہرہ مند فرما کر آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں خرقہ خلافت اور اجازت عطا فرمائی۔ صحبت کیمیا اثر نے آپ کی روحانی ترقی میں چار چاند لگا دیئے۔ آپ کو وہ کمالات اور تصرفات حاصل ہوئے جو اس وقت دوسروں کو بہت کم حاصل تھے۔ یہ تدریس مشق اور ریاضت کا ہی فیضان تھا۔ آپ شریعت کی پابندی اور سنت کی پیروی میں سختی سے کاربند رہے۔ قرآن حکیم میں جو بار بار اتباع و اطاعت کا حکم دیا گیا ہے آپ نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ایام صغرسنی میں ہی ذکر واذکار اور مراقبے میں زیادہ تر وقت صرف کیا اور ابدال کے درجے تک رسائی حاصل کی۔

انتقال پر ملال

آپ اس دنیائے فانی سے ۲۹ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۸۹۷ء میں عالم بقا کو سدھارے۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

کرامات و تصرفات

حضرت خواجہ فقیر محمدؒ کی کرامات تو بے شمار ہیں لیکن چند ایک کا تذکرہ قارئین کے گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۔ ڈھوک گرجہ سے پیر بخش حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے قلت آب کی وجہ سے اپنے علاقہ میں کنواں کھدوایا لیکن پانی نہ نکلا پیر بخش نے حضور کی خدمت میں

حاضر ہوکر دعا کی درخواست کی۔ آپ نے کہا کہ جاؤ اب پانی کی کمی نہیں رہے گی۔ گھر آئے تو عجیب منظر دیکھا کنوئیں میں پانی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ پیر بخش نے اس کے بعد مزید کنویں کھدوائے تا کہ علاقے میں پانی کی کمی محسوس نہ ہو۔ یہ سب کچھ حضرت کی دعا کا نتیجہ تھا۔

۲۔ رجال میں محمد مستری حاضر خدمت ہوا اور حضور کے سامنے فریاد کی کہ اس کے لڑکے کو لقوہ ہوگیا ہے اس کی صحتیابی کے لئے دعا کیجئے۔ آپ نے دعا کی اور فرمایا کہ لڑکے کو جنگلی کبوتر کا شوربا پلاؤ۔ اس نے عرض کی کہ اس علاقے میں جنگلی کبوتر نہیں ملتے۔ آپ نے اسے تسلی دی اور کہا کہ فکر نہ کرو جنگلی کبوتر تمہیں مل جائے گا۔ میاں محمد مستری گھر لوٹا تو ایک جنگلی کبوتر گھر کی دیوار پر بیٹھا دیکھا جسے اس نے آسانی سے پکڑ لیا کیونکہ کبوتر نے اڑنے کی کوشش بھی نہیں کی، مستری نے کبوتر ذبح کر کے بچے کو اس کا شوربا پلایا تو وہ جلد صحت یاب ہوگیا اور اس کا لقوہ جاتا رہا۔

۳۔ ایک مرتبہ آپ پنجاب کے دورے پر تھے۔ چونترہ کے کا زمیندار یاسین آپ کو سٹیشن پر ملنے آیا اور عرض کی کہ حضور میرا ارادہ بند باندھنے کا ہے لیکن جب بھی بند باندھتا ہوں وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ آپ نے اسے چند کنکریاں دیں کہ کنکریاں بند میں رکھ دینا بند نہیں ٹوٹے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بند کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور یہ بند آج تک قائم ہے۔

با کریماں کارہا دشوار نیست



پیر مشائخ خواجہ خواجگان حضرت باباجی فقیر محمد چوراہی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت باباجی پیر احمد نبیؒ زلفاں والی سرکار

پیدائش

حضرت خواجہ سید احمد نبی رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ سید فقیر محمدؒ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ آپ کی پیدائش علاقہ تیراہ میں تیزئی شریف میں ۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۳ء میں ہوئی۔

بچپن کے ایام: آپ بچپن ہی سے پاکیزہ خیالات کے مالک تھے۔ خلوت پسند تھے۔ لہو و لعب میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ آپ کی نیک عادات اور پاکیزہ خصائل نے آپ کو ہر ایک کا گرویدہ بنا دیا۔ آپ کے چہرہ مبارک سے جو عظمت و جلال جھلکتا تھا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ یہ بچہ مستقبل میں ایک اہم رول ادا کرنے والا ہے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم کے لئے اپنے والد گرامی حضرت فقیر محمدؒ کے سوا اور مقتدر استاد کون ہوسکتا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے ہی حاصل کی۔ پھر دیگر علما کرام نے بھی اس ہیرے کو تراشنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ اپنے دادا خواجہ، خواجگان حضرت سید نور محمد سے بیعت یافتہ تھے مگر خلافت و بیعت چہار سلسلہ اپنے والد حضرت باباجی سید فقیر محمدؒ سے حاصل کی۔

والد گرامی کا انتقال

آپ کے والد عالم شباب میں ہی آپ کا ساتھ چھوڑ گئے اور اس شفیق ہستی کے جدا ہونے پر آپ پر صدمے کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آپ اپنے غم کو بھلانے کے لئے نقل مکانی پر مجبور ہو گئے۔ آپ چورہ شریف سے منتقل ہوکر لاہور شہر کے ویران علاقے وسن پورہ میں رہائش پذیر ہو گئے۔ یہ زمین وسن بابا کی ملکیت تھی۔ آپ نے اس علاقے میں ایک مسجد بھی تعمیر کروائی جو مسجد پیراں کے نام سے موسوم ہے۔ آپ زیادہ تر حجرے میں رہتے یا نماز پڑھنے مسجد چلے جاتے۔ آپ کے ہزاروں عقیدتمند آپ کے گرد منڈلاتے رہتے۔

وفات: ایک عرصہ دراز تک خلق خدا کو رشد و ہدایت دینے کے بعد آپ ۵ شوال ۱۳۴۵ھ بمطابق ۱۹۲۶ء میں بروز جمعہ اپنا دنیا کا سفر مکمل کر کے آخرت کے سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ کی وفات کی خبر سے تمام ملک میں صف ماتم بچھ گئی۔ آپ کے عقیدتمند آپ کو آپ کے حجرے میں دفن کرنا چاہتے تھے لیکن آپ کے بیٹے حضرت حیدر شاہؒ آپ کو چورہ شریف دفن کرنا چاہتے تھے چنانچہ آپ کے جسد خاکی کو ریل کا ڈبہ ریزرو کر کے چورہ شریف لے جایا گیا۔ آپ کے جنازے کا ہجوم اسٹیشن پر اس قدر تھا کہ آج تک اتنا ہجوم دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ کی نماز جنازہ دو جگہ پڑھائی گئی۔ لاہور میں نماز جنازہ سید دیدار علی شاہ قدس سرہ اور چورہ شریف میں امیر ملت حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے پڑھائی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے عشق صادق نے آپ کو ہمیشہ کے لئے امر کر دیا جناب میاں عارف کھڑی شریف ایسے ہی اللہ کے محبوب بندوں کے لئے فرماتے ہیں۔

لکھ ہزار بہار حسن دی اندر خاک سمانی
لا پریت محمد بخش جگ وچ رہے کہانی

تصرفات: آپ صاحب کرامت تھے۔ کئی کرامات زبان زد عام ہیں لیکن چند کا بیان ہی یہاں کافی ہے تا کہ اہل بصیرت کو ان کی عظمت کا اندازہ ہو۔

۱۔ بابو غلام رسول فرماتے ہیں کہ گرمیوں کے موسم میں رات حضور کے قدموں میں گزارنے کا موقع ملا۔ آدھی رات کو پاؤں میں درد محسوس کیا بتی جلا کر دیکھا تو بستر پر کالا ناگ تھا پیر بھائیوں کی مدد سے سانپ کو مار ڈالا گیا۔ درد اور تکلیف کے باوجود حضرت کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ جب صبح باباجی کو معلوم ہوا تو انہوں نے زخم پر اپنا لعاب دہن لگایا تو درد فی الفور جاتا رہا

۲۔ ایک مرتبہ ایک مائی وسن پورہ سے روتی ہوئی آئی اور فریاد کرنے لگی۔ آپ نے اس کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ فکر نہ کر سب ٹھیک ہو جائے گا تو وہ خاموشی سے چلی گئی۔ کچھ دنوں بعد مائی لنگر کا سامان لے کر بمعہ بچوں کے حاضر خدمت ہوئی۔ آپ کے دوستوں نے پوچھا

حضور معاملہ کیا ہے۔ اس پر مائی بولی کہ کارپوریشن والوں نے سڑک بنانے کا پروگرام بنایا تو میرا مکان سڑک کی حدود میں آ گیا کوئی سفارش نظر نہ آئی تو حضور کی خدمت میں اپیل کی آپ نے تسلی دی تو خاموشی سے چلی گئی چنانچہ آپ کی نگاہ سے سب کام ٹھیک ہو گیا میرا مکان چھوڑ کر سڑک بنا دی گئی اور مکان کا چوک بنا دیا گیا۔ آج بھی یہ مکان وسن پورہ لاہور میں چوک پیراں سے شمال کی جانب موجود ہے۔

۳۔ کوٹ سعید میں باباجی کا ایک مرید رہتا تھا جس کا لڑکا کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ اس سلسلے میں بہت علاج کرائے مگر بے سود کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ مایوسی کے عالم میں بچے کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عقیدت مند شکر قندی لے کر آیا تھا۔ آپ نے بچے کو شکر قندی دی اور کہا کہ کہو شکر قندی۔ بچہ خاموش رہا۔ حضرت نے دوبارہ یہ الفاظ دوہرائے لیکن بچہ پھر بھی کچھ نہ کہہ سکا۔ جب تیسری مرتبہ حضور نے بچے کو مخاطب کر کے کہا کہ کہو شکر قندی تو بچے نے مسکرا کر کہا شکر قندی۔ یہ دیکھ کر مرید حیران و ششدر رہ گیا کہ بچہ گونگا تھا اور حضور کی نظر کرم سے اس کی قوت گویائی لوٹ آئی۔

صد ملک دل بہ نیم نگاہ می تواں خرید
خوباں دریں معاملہ تقصیر می کنند

۴۔ ایک مرتبہ آپ مٹھن شریف اٹک میں تشریف فرما تھے۔ سخت گرمی کا عالم تھا۔ لوگوں نے بارش کے لئے استدعا کی۔ آپ ایک پتھریلی چٹان پر جا کر سربسجود ہو گئے اور عرض کی کہ اے مولا کریم میں تو کچھ بھی نہیں لیکن چند دوست غلط فہمی کی بنا پر مجھ سے عرض گزار ہیں اب تم ہی میری لاج رکھنا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ابر آلود گھٹائیں اٹھیں اور اس قدر بارش ہوئی کہ ہر طرف نالے بہنے لگے۔ آخر کار آپ سے دوبارہ اس طوفان کے تھم جانے کے لئے درخواست ہوئی۔ آپ نے مسکرا کر کہا کہ اے مولا تیرا شکر ہے کہ تو نے اس عاجز کی لاج رکھ لی۔ بارش فی الفور رک گئی۔ یہ کرامت دیکھ کر وہاں کی تمام ملک برادری نے آپ کے دست حق پر بیعت کر لی۔

حضرت باباجی پیر سید حیدر شاہ صاحبؒ

المعروف کالی چادر والی سرکار

ولادت با سعادت

حضرت سید حیدر شاہؒ حضرت خواجہ سید احمد نبی قدس سرہ العزیز کے بڑے بیٹے تھے۔

تعلیم و تربیت

ابتدائی ظاہری و باطنی تعلیم اپنے والد ماجد خواجہ سید احمد نبی قدس سرہ سے حاصل کی۔ ایک درویش صفت انسان تھے دنیا سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور زہد و ریاضت میں زندگی بسر کی شریعت وطریقت پر کاربند رہے۔ فنافی اللہ کی منزل پر گامزن رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ محب کی نظر میں بجز محبوب کچھ نظر نہیں آتا اور وہ سوائے خدا کی ذات کے کسی چیز کو نہیں دیکھتا۔

عادات واخلاق

اولیاء اللہ کے کمال کی خوبی یہی ہوتی ہے کہ وہ پہلے عالم (عارف کامل) ہو ورنہ بقول باہوؒ۔

علموں باجھ جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو

اگرچہ آپ نے کسی دنیاوی مکتب میں تعلیم نہیں پائی لیکن آپ کی تعلیمات، فرمودات اور ملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس میدان میں یکتا تھے لیکن اس کے باوجود کسر نفسی سے کام لیتے تھے سادگی آپ کا شعار تھا۔ اپنے علم وفضل پر آپ نے کبھی غرور نہیں کیا۔

درویشوں کی خدمت کر کے خوش ہوتے۔ ساری عمر تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ شب بیداری ان کا معمول تھا۔ راتوں کو جاگ کر عبادت وریاضت میں مصروف رہتے۔

وفات

آپ ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۶۴ء میں فوت ہوئے۔ آپ کا مدفن

چورہ شریف میں ہے اور مرجع خاص وعام ہے۔

فیض می بخشد فیاضاں بعد از موت

سنگ بعد از سوختن سازد بسے ایوان

تصرفات

۱۔ آپ کافی عرصہ مٹھن شریف چونترہ ریلوے سٹیشن سکونت پذیر رہے۔ آپ کی زیارت کو ایک مرتبہ محمد امین بھٹی مالک سٹار بک ڈپو اردو بازار لاہور والے روانہ ہوئے انہوں نے راولپنڈی سے چونترہ کا ٹکٹ خریدا لیکن غلطی سے فاسٹ ٹرین پر سوار ہو گئے جو چونترہ سٹیشن پر نہیں رکتی۔ لیکن اس روز چونترہ سٹیشن پر آ کر ٹرین آہستہ ہوگئی اور کسی نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں نیچے اتار لیا۔

۲۔ میاں رشید اختر سابق ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان آپ کے عقیدتمندوں میں سے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے ساتھی کے ہمراہ مٹھن شریف پہنچے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ گوشت اور روٹیاں آگئیں۔ حیران ہو کر خادمہ سے پوچھا کہ اتنی جلدی کھانا کیسے تیار ہو گیا جب کہ ہم نے حضرت کو اپنے آنے کی اطلاح بھی نہیں دی تھی۔ خادمہ نے بتایا کہ صبح ہی سے باباجی نے کھانا تیار کرنے کو کہہ دیا تھا اور کہا تھا کہ چند عزیز مہمان آج ان سے ملنے کو آ رہے ہیں۔

۳۔ میاں رشید ہی کی صاحبزادی ریاض بخاری کو ڈاکٹروں نے جواب دے دیا اور وہ سخت پریشان تھے۔ ان کی نگاہیں پیر صاحب کو ڈھونڈ رہی تھیں لیکن بارش اور خراب موسم کی وجہ سے وہ ان سے رابطہ کرنے میں شش وپنج کا شکار رہے۔ دوسرے دن فجر کے وقت نوکر نے اطلاع کی کہ دروازے پر حضرت کھڑے ہیں۔ حضرت فرمانے لگے کہ تمہاری پریشانی دیکھ کر میں رہ نہ سکا اس لئے آگیا ہوں۔ فوراً مجھے بچی کے پاس لے جاؤ۔ آپ نے بچی کو جا کر دم کیا اور اللہ کے فضل سے بچی اسی وقت روبصحت ہوگئی۔

خلفاء

آپ کے خلفاء میں سے چند خلفاء کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ پیرمیران شاہ جاپائی شریف آزاد کشمیر

۲۔ میاں فقیر محمد بھاڈیوانے ضلع سیالکوٹ ۳۔ پیر حیدر شاہ کرتو شریف آزاد کشمیر

۴۔ صوفی نور حسین جونہ آزاد کشمیر ۵۔ مولانا فضل الٰہی بل آزاد کشمیر

۶۔ پیرغلام رسول تھڑ کے آزاد کشمیر ۷۔ سید لطیف حیدر شاہ علی پور سیداں

۸۔ صوفی محمد علی گوجرانوالہ ۹۔ حکیم عبدالعزیز بھکویالی ۱۰۔ صوفی محمد عاشق گوجرانوالہ

۱۱۔ سید ریاض حسین کرتو شریف ۱۲۔ حاجی محمد شفیع امرتسری ساہیوال

جسم انسانی ایک شہر

جسم انسانی ایک شہر ہے اور ہاتھ پاؤں پیشہ ور۔ خواہش اس کی عامل غصہ کوتوال شہر دل بادشاہ اور عقل وزیر ہے۔ بادشاہ کو مملکت کے انتظامات کے واسطے ان سب کی احتیاج ہے۔ مولانا فخر الدین رازی سورت طٰہٰ جلد ششم زیر آیہ ص ۱۴۱ میں لکھتے ہیں کہ شیطان دشمن شہر ہے اور بادشاہ (روح) کے لیے ایک سنگین خطرہ ہے۔ شیطانی قوتوں سے تاج وتخت اور روح کو بچانے کے لیے اس کے گرد خندق بنانا ضروری ہے۔ اس لیے زہد وتقویٰ کی کمک اس کی مضبوطی کا باعث بن سکتی ہے۔ اگر اس قلعہ کی خندق میں زہد وتقوی کی ذرہ بھر کمی رہ گئی یا اس کی بنیادوں میں اگر کوئی بھی رخنہ رہ گیا تو شیطان اپنی سپاہ رجیم کے ساتھ اس قلعہ کو مسمار کر سکتا ہے۔ مولانا فخر الدین رازی تفسیر فاتحہ میں لشکر رجیم میں ان دس شیطانی قوتوں کی نشاندہی کرتے ہیں

جن میں اول شہوت، دوم غضب، سوئم ہوا، چہارم حرص، پنجم بخل، ششم عجب، ہفتم کبر، ہشتم کفر، نہم بدعت اور دہم حد جیسی شیطانی قوتیں شامل ہیں۔ ازل سے ان رحمانی اور شیطانی قوتوں کے درمیان مبارزہ جاری ہے۔

حضرت پیر محمد گل بادشاہؒ المعروف ولی عہد سرکار

غوث المعظم، رہبر اعظم طریقت نسبت رسولی ﷺ حضرت پیر محمد گل بادشاہؒ کا مقام اس لحاظ سے عظمت واحترام کا متقاضی ہے کہ آپ کی نسبت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچ کران کے واسطے سے حضور اکرم ﷺ تک پہنچ کر فنافی الرسول کا درجہ اختیار کر چکی تھی۔ آپ کے والد الحاج پیر نظیر المعروف بہ سرکار موہڑوی اور آپ کے دادا حضرت پیر محمد قاسم کا شمار اکابر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ اس عظیم خانوادے کے چاہنے والوں اور متوسلین وخلفاء کا سلسلہ برصغیر تک محدود نہیں بلکہ ایران، عرب اور کشمیر، تبت، چین اور روسی ترکستان تک پھیلا ہوا ہے۔

پیدائش باسعادت اور بچپن

حضرت محمد گل بادشاہ صبح کی دل افروز ساعت میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کی خبر سے سارے گھرانے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ کے دادا جان خواجہ پیر محمد قاسمؒ کی وارفتگی دیدنی تھی۔ جب آپ کو ان کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے حضرت گل بادشاہ کو اپنی گود میں بٹھا کر آپ کی پیشانی کو چوما اور فرمایا کہ یہ بچہ نہایت خوش نصیب اور بلند اقبال ہوگا غوثیت کا رتبہ پائے گا اور دنیا کے لئے عظیم رہبر اور راہنما ثابت ہوگا۔ آپ اپنے والد اور دادا حضور کے بے حد لاڈلے تھے۔ آپ کا بچپن اور لڑکپن آپ کے دادا حضرت پیر خواجہ محمد قاسم کی صحبت اور خدمت میں گزرا۔ آپ کے والد گرامی حضرت پیر نظیر احمد آپ کی ذرا سی تکلیف پر بیتاب اور پریشان ہو جاتے۔ ایک مرتبہ آپ بہت علیل ہو گئے تو گھر میں کہرام برپا ہو گیا۔ آپ کے والد پیر نظیر احمد نے خدا کے حضور چھ اونٹوں کی منت مانی اور اونٹوں کی قربانی دی خواجہ پیر قاسمؒ نے آپ کے والد کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ پریشان نہ ہوں انشاء اللہ گل بادشاہ بہت جلد صحت یاب ہوں گے اور میری اور تمہاری جگہ پر مخلوق خدا کی خدمت کریں گے اور لوگوں کے دلوں میں توحید خدا، سنت مصطفیٰ اور محبت پنجتن پاک کا چراغ روشن کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور گل بادشاہ صحت

یاب ہو گئے اور بعد کے واقعات اور تاریخی کردار نے ان کی عظمت اور اور بلند مرتبے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

ابتدائی تعلیم و تربیت

حضرت پیر گل بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے دادا حضور اور والد گرامی سے حاصل کی جن کا شمار وقت کے جید محققین اور ممتاز علماء کرام میں ہوتا تھا۔ آپؒ تلاوت کلام الٰہی، ذکر و اذکار اور زہد و عبادت میں مصروف رہتے۔ آپ کو کلام الٰہی سے محبت تھی۔ آپ کی خواہش تھی کہ میں اپنے ہاتھ سے قرآن مجید تحریر کروں۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے قرآن پاک کے صفحات لکھے جو آپ کے عشق اور ذوق اور قرآن فہمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہن رسا اور دینی تعلیم کا انتہائی شوق عطا فرمایا تھا اس لئے آپ نے بہت جلد معروف دینی علوم پر دسترس حاصل کر لی۔

خلافت کا تاج

۱۹۴۵ء میں عقیدتمندوں کے ایک جم غفیر میں آپ کے والد حضرت پیر نظیر احمدؒ نے پیر گل بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ کی دستار بندی فرمائی اور آپ کو خلافت کا تاج پہنایا اور اعلان فرمایا کہ میرے بعد میرے فرزند اکبر پیر گل بادشاہ میرے جانشین ہوں گے چنانچہ والد گرامی کی حیات مبارکہ میں ہی آپ سجادہ نشینی کے فرائض منصبی احسن طریقے سے سرانجام دینے لگے۔ دربار شریف کے تمام امور اور عرس مبارک کا انتظام و انصرام آپ کے ہاتھوں میں تھا۔ ان ذمہ داریوں کو آپ احسن طریقے سے سرانجام دیا کرتے۔ پیر گل بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد گرامی کی زندگی میں ہی اپنے والد کی زیر صدارت راولپنڈی میں عظیم الشان عرس کی تقریبات منعقد فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ۱۹۶۰ء میں والد گرامی کے وصال کے بعد مستقل طور پر راولپنڈی میں خیابان سرسید میں ہی سکونت اختیار کر لی اور ایک غار میں ذکر الٰہی، عبادت و ریاضت اور چلہ کشی میں مستغرق ہو گئے۔ آپ کے دل میں عشق خداوندی، عشق مصطفیٰ اور اصحابہ کرام اور اہل بیعت کی

محبت کا دریا موجزن تھا۔ شہدائے کربلا کا ذکر جب بھی آتا آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔

جنرل ضیاالحق کو نصیحت

پیر گل بادشاہ کی خدمت میں جنرل ضیاالحق اکثر حاضری دیا کرتے تھے اور آپ سے راہ نمائی حاصل کرتے۔ ایک مرتبہ آپ کے دربار میں حاضر ہو کر آپ سے نصیحت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ آپ لوگ جو نعرہ لگاتے ہیں کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ ادھورا نعرہ ہے، جب تک اس میں محمد رسول اللہ شامل نہ کیا جائے اس کے علاوہ آپ نے پاکستان ٹیلی ویژن کے خبرنامے سے پہلے کوئی حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھنے کا مطالبہ کیا تاکہ لوگ اس سے راہ نمائی حاصل کر سکیں۔ ان دونوں باتوں پر جنرل ضیاالحق نے فوری عمل درآمد کا حکم جاری کیا اس طرح حضرت پیر گل بادشاہ کی ہدایت کے بعد پاکستان کا نعرہ بھی پورا ہوا اور خبرنامے سے پہلے حدیث مبارکہ سے بھی لوگ مستفیض ہونے لگے یہ سلسلہ آج بھی باقاعدگی سے جاری ہے۔

مریدین کی تعلیم و تربیت اور آپ کی کاروباری زندگی

آپ کی ذات بابرکات نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو کا مظہر تھی۔ آپ کی گفتگو کا مرکزی نقطہ عشق الٰہی و محبت رسول ﷺ ہوتا تھا۔ آپ نے مریدین کی اصلاح اور تربیت میں مقدور بھر کوشش کی۔ آپ کا حلقہ ذکر کیف و سرور کا مرقع تھا آپ ذکر الٰہی کی محفلوں، مراقبوں اور اپنی قیمتی باتوں سے مریدین کی اصلاح اور تربیت میں مگن رہتے۔ آپ کے دربار خیابان سرسید میں طالبان حق کا ہمہ وقت ہجوم رہتا۔ آپ کی ذات ستودہ صفات گم گشتہ راہ اور بھٹکے ہوئے لوگوں کے لئے روشنی کا مینار تھی۔ آپ کی ذات غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کے لئے ایک چھتنا ور سایہ تھی آپ نے ان کی دادرسی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ آپ نے ہمیشہ رزق حلال کا درس دیا۔ آپ نے تجارت کو پیشہ بنایا مختلف ممالک میں آپ اون اور نمک کی تجارت کرتے اور اس رزق حلال کی کمائی سے دربار عالیہ کی خدمت کے علاوہ اپنے مصارف بھی پورے کرتے۔ آپ

مریدین کو بھی تلقین فرمایا کرتے کہ رزق حلال کما کر دنیا اور عاقبت سنواریں۔

کرامات

آپ کی خرق عادات وکرامات کا ذکر کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔ آپ کے اخلاق، عادات وخصائل، نشست وبرخاست ہر معاملہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کا مکمل نمونہ تھے۔ شیریں سخنی ہنستا مسکراتا چہرا اور اخلاق کریمانہ کی وجہ سے مخلوق خدا آپ کی گرویدہ تھی۔ آپ کی کرامات کے ہر طرف چرچے تھے۔ کیونکہ آپ کو شہرت نا پسند تھی اس لئے اس باب کو طوالت دینے سے احتراز ضروری ہے صرف ایک واقعہ بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ کے چند عقیدت مند حضرت مجدد الف ثانیؒ کی زیارت پر حاضری دینے کے لئے روانہ ہوئے لیکن حالات کی خرابی کی بنا پر وہ سرہند شریف نہ جاسکے، یہ لوگ سخت پریشان اور غم زدہ تھے۔ رات کو اسی کرب و یاس کی حالت میں سو گئے تو انہیں خواب میں حضرت مجدد الف ثانی کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ان مایوس اور غمگین زائرین کو تسلی دی اور فرمایا کہ آپ لوگ حضرت پیر گل بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تو آپ یہ سمجھیں کہ آپ کی حاضری پوری ہوگئی چنانچہ یہ سارا قافلہ راستے سے واپس ہوا اور حضرت پیر گل بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی اور پیر صاحب کو اپنے خواب کے بارے میں بتایا تو قبلہ پیر گل بادشاہ صاحب مسکرائے اور فرمایا کہ گھبرائیں نہیں آپ کی حاضری واقعی قبول ہوگئی ہے۔

وصال مبارک: خواجہ پیر محمد گل بادشاہ رحمتہ اللہ کا وصال مقدس ۱۵ صفر ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۵ اگست ۱۹۹۲ء بروز ہفتہ ہوا۔ آپ با آواز بلند اللہ ھو کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا مزار اقدس آستانہ عالیہ موہڑہ شریف خیابان سرسید میں ہے اور مرجع خلائق خاص و عام ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے (آمین)

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

اعلیٰ حضرت پیر فاروق گل بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش

حضرت خواجہ پیر محمد فاروق گل بادشاہؒ المعروف خواجہ غریب نواز کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ پیر گل بادشاہؒ کے فرزند اکبر تھے۔ آپ ۱۴ فروری ۱۹۴۷ء کو دہلی شہر انڈیا میں پیدا ہوئے

ابتدائی تعلیم

ابتدائی روحانی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اویسی طریقہ سے تعلیم و تربیت کے مدارج مکمل کرنے کے بعد باقاعدہ طور پر سرسید پبلک سکول راولپنڈی میں داخلہ لیا میٹرک پاس کرنے کے بعد آپ نے ملٹری کالج جہلم سے انٹرمیڈیٹ امتحان نمایاں کارکردگی کے ساتھ پاس کیا۔ پھر لاہور چلے گئے اور ایف سی کالج سے گریجویشن کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کے امتحان میں رول آف آنرز اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے والد گرامی کے حکم کے مطابق رزق حلال کے لئے دوڑ دھوپ کرنے لگے اور کنسٹرکشن کمپنی قائم کی اور اپنی تعلیمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دن رات کی محنت و مشقت سے کمپنی کو بام عروج پر پہنچا دیا۔

مکارم اخلاق

آپ ابتدا ہی سے منکسر المزاج، حلیم طبع اور خدا ترس تھے، شروع ہی سے خدمت خلق آپ کا شعار تھا۔ آپ دل کھول کر غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی مدد فرمایا کرتے۔ اس غریب پروری کی وجہ سے آپ خواجہ غریب نواز کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ ایک درویش صفت اور سادگی پسند انسان تھے۔ حرص دنیا اور امید لامتناہی کی غلامی سے آزاد تقوی، پرہیزگاری، ذکر

الٰہی اور عبادت وریاضت میں راتیں گزارنا آپ کا معمول تھا۔آپ میں وہ سارے کمالات بدرجہ اتم موجود تھے جن پر ایک باپ فخر کرسکتا ہے۔

مریدین کو ہدایت

انسان دنیا کی فکر میں اپنا وقت صرف کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہاں مختصر قیام ہو گا۔آپ فرمایا کرتے کہ دنیا عارضی زندگی ہے یہ دنیا فانی ہے اور ایک دن ہم سب کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اس لئے ہماری کوشش یہ ہونا چاہئے کہ زادراہ کے لئے سامان اکٹھا کریں اور دنیا کی عارضی زندگی سے لو نہ لگائیں۔آپ فرمایا کرتے کہ ہماری زندگی ریت کے ذرے کی مانند ہے۔مثال کے طور پر آپ اپنی مٹھی میں ریت لے کر بند کرلیں۔بند مٹھی سے ایک ایک ذرہ گرتا رہے تو مٹھی خالی ہو جائے گی۔انسان کی زندگی بھی اس ریت کی مانند ہے زندگی کا لمحہ لمحہ انسان کے ہاتھوں سے نکل رہا ہے اس لئے ہمیں ابھی سے سامان آخرت اکٹھا کرنے کی فکر ہونا چاہئے ۔آپ ہمیشہ یہی نصیحت کرتے کہ اے نادان انسان اس وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دو ورنہ بروز محشر کیا جواب دو گے۔قبلہ حضرت فاروق گل بادشاہ کا درس سن کر ہزاروں لوگ راہ راست پر آگئے۔آپ جب بھی مریدین کو خطاب یا درس دیتے یا دعا فرماتے تو آپ کا سارا زور اسی موضوع پر ہوتا کہ خدارا آخرت کا خیال کرو۔آخرت کی تیاری کرو۔ہمارا دنیا میں آنا آزمائش ہے ہمیں اس زندگی کو لہو ولعب میں گزار کر اس دنیا میں آنے کا مقصد فراموش نہیں کرنا چاہئے دنیا میں آنے کا مقصد یہی ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کریں ورنہ وقت ہاتھ سے نکل جائے گا اور پشیمانی اور تاسف کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

صاحبزادہ مجتبیٰ گل بادشاہ کی جانشینی کا اعلان

پیر فاروق گل بادشاہ رحمتہ اللہ نے ۲۰۰۶ء میں عرس مبارک کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہ دنیا عارضی ہے کیا خبر کہ اگلے سال میں آپ کے درمیان موجود ہوں یا نہیں اس لئے میں اپنی زندگی میں ہی اپنے بڑے صاحبزادے کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں۔اس خطاب

کے بعد آپ نے اپنے فرزند اکبر صاحبزادہ مجتبیٰ گل بادشاہ کی دستار بندی فرمائی۔اس موقع پر آپ کے چھوٹے بھائی حضرت پیر سلطان گل بادشاہ بھی موجود تھے۔آپ نے صاحبزادہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا مخلوق خدا کی اسی طرح خدمت کرنا جس طرح ہمارے آباؤ اجداد کرتے آئے ہیں اور جس طرح میں نے اپنے ہاتھوں سے غریبوں اور مسکینوں کی خدمت کی ہے انشا اللہ اس خدمت کے طفیل اللہ تعالیٰ تم پہ مہربان ہوگا اور تجھے بلندیوں اور بلند مرتبے سے نوازے گا۔

وصال مبارک

آپ مختصر علالت کے بعد مورخہ ۲۴ جنوری ۲۰۰۷ء بروز بدھ بمطابق ۴ محرم الحرام صبح تقریباً ۸ بجے لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔آج یہ عظیم المرتبت موہڑہ شریف کا یہ چراغ جس نے ایک والد کی طرح اور ایک راہبر اور راہنما کی طرح اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں بلکہ دنیائے اسلام کی راہنمائی فرمائی اور ان کے سینوں کو روشن اور منور کیا آج یہ چراغ دربار عالیہ موہڑہ شریف خیابان سرسید راولپنڈی میں اپنے والد گرامی کے پہلو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روپوش ہو چکا ہے۔خدا آپ کی قبر پر نور افشانی کرے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔آپ کی یاد ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں تازہ رہے گی

وہ بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے جہاں کو ویران کر گیا



دربار عالیہ حضرت پیر سید محمد عبداللہ شاہ ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ



پیر مجتبیٰ فاروق گل بادشاہ

مدظلہ علیہ

پیدائش

پیر مجتبیٰ فاروق گل بادشاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ موہڑہ شریف راولپنڈی ۲ فروری ۱۹۸۵ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ حضور قبلہ پیر محمد فاروق گل بادشاہؒ المعروف خواجہ غریب نواز کے منظور نظر اور لخت جگر ہیں۔ پیر محمد فاروق گل بادشاہؒ نے اپنی ظاہری زندگی میں ہی اپنی اولاد، مال ومتاع اور سب کچھ خدمت خلق اور خدمت اسلام کے لئے وقف کر رکھا تھا اور اپنے صاحب زادے کو دربار شریف میں آنے والوں کی خدمت پر مامور کر دیا تھا۔ لیکن والد گرامی کے اچانک وصال کے بعد آپ کے دکھ اور پریشانیوں کا اندازہ لگانا مشکل نہیں لیکن آپ نے نہایت صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا اور ثابت قدم رہے۔ آپ کا کہنا ہے کہ میرے والد گرامی بظاہر تو اس دنیا میں نہیں لیکن جب بھی مجھے کوئی مشکل یا پریشانی محسوس ہوتی ہے تو آپ کا دست شفقت اسی طرح میرے سر پر ہوتا ہے جیسے وہ اپنی زندگی میں میرے ساتھ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ پیر مجتبیٰ فاروق گل بادشاہ کا کہنا ہے کہ پیر فاروق گل بادشاہؒ میرے والد کے علاوہ میرے پیر ومرشد بھی تھے۔ انہوں نے بچپن سے ہی میری ایسی تربیت فرمائی ہے کہ جس کے بل بوتے پر میں ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے والد ماجد کی طرح خدمت دین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

مریدین کی تعلیم وتربیت کے اقدامات

قبلہ پیر مجتبیٰ فاروق گل بادشاہ نے اپنے مریدین کو سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ حضور کی محبت، آپ کی اطاعت اور آپ کی سنت مبارکہ پر عمل کریں اور کوئی غفلت نہ کریں اس کے بعد ہی ہم دنیا اور دین میں سرخروئی حاصل کر سکتے ہیں اور جب تک ہمارا رشتہ قرآن مجید فرقان حمید



دربار عالیہ حضرت پیر محمد گل بادشاہؒ موہڑہ شریف



مزار مبارک حضرت پیر محمد گل بادشاہؒ



سجادہ نشین حضرت مجتبیٰ فاروق گل بادشاہ مدظلہ العالی



حضرت پیر محمد گل بادشاہؒ



حضرت پیر مجتبیٰ فاروق گل بادشاہ کی تقریب دستار بندی
کی رسم حضرت پیر فاروق گل بادشاہ فرما رہے ہیں



حضرت پیر مجتبیٰ فاروق گل بادشاہ مدظلہ العالی

اور آپ کی سنت مبارکہ سے استوار نہیں ہوجاتا اور اس سے پیوست نہیں ہوجاتا اس وقت تک ہمیں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

عادات وخوارق

راہِ سلوک میں شب و روز محنت اور لگن نے آپ کو بہت جلد منزل سے ہمکنار کر دیا ہے۔ شریعت وطریقت کے تمام فضائل وکمالات سے آپ کی ذات آراستہ ہے۔ عفوودرگزر کرنا آپ کا شعار ہے آپ کے تحمل، بردباری اور رحم دلی کا تذکرہ عام ہے، پیر مجتبیٰ گل بادشاہ کے چہرے پر بچپن سے ولایت کے آثار ہویدا تھے۔ آپ اخلاق حمیدہ کی مکمل تصویر ہیں ہر ایک کی تعظیم، چھوٹوں بڑوں پر شفقت، مریضوں کی عیادت، سلام میں سبقت، کلام میں نرمی عبادت وریاضت میں احتیاط اور سنت رسول کا اتباع آپ کا شیوہ حسنہ ہے۔ آپ کے اندر اللہ تعالیٰ نے خوبیوں اور صلاحیتوں کا ایک ذخیرہ جمع کر رکھا ہے۔ اتنی کم عمری میں ہی ملک کے طول وعرض کے دورے اس امر کا ثبوت ہے آپ نے اپنی مساعی سے مختلف علاقوں میں دینی مدارس اور مساجد کا قیام کیا۔ آپ نے غرباء، مساکین اور ضرورت مندوں کی مدد کے لئے ویلفیئر ٹرسٹ کا آغاز کیا اور ۲۰۱۰ء میں عرس مبارک کے موقع پر ٹرسٹ کا سنگ بنیاد رکھا۔

پیر صاحب کی امت مسلمہ سے اپیل

پیر مجتبیٰ فاروق گل بادشاہ مدظلہ علیہ نے عرس شریف کے موقع پر ہزاروں مریدین اور عقیدت مندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اسلام کا اصل پیغام لوگوں کے دلوں میں اجاگر کریں۔ آپ کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید اور حضور کی سیرت کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام ایک پرامن مذہب ہے جو ہر ایک انسان کے حقوق کا محافظ ہے اور دہشت گردی جیسے گھناؤنے افعال کے سخت مخالف ہے اس لئے ہمیں ایسی قبیح حرکات سے اجتناب کرنا چاہئے اسی میں ہماری فلاح کا راز مضمر ہے۔

عرس مبارک موہڑہ شریف

عرس مبارک کی تقریبات ہر سال اپریل کے دوسرے جمعۃ المبارک سے اتوار ایک بجے تک عرس مبارک کی جاری رہتی ہیں۔عرس کے اختتام پذیر ہونے سے پہلے اسلام کی سلامتی اور بقا اور مسلمانوں کی فتح وکامرانی کے لئے خصوصی دعا کی جاتی ہے۔

سالانہ قرآن خوانی

ہر سال ۲۴ جنوری کو سالانہ قرآن خوانی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔قرآن خوانی کا سلسلہ صبح نماز فجر سے نمازِ ظہر تک جاری رہتا ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ قرآن مجید و فرقان حمید پڑھ کر اپنے دلوں کو سکون اور ٹھنڈک پہنچاتے ہیں۔اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی پیر مجتبیٰ فاروق گل بادشاہ کے عزم حوصلہ کو قائم ودائم رکھے اور انہیں اپنے دادا حضور اور والد ماجد کے نقش قدم پر چلنے کی طاقت و ہمت عنایت فرمائے مجھے اس نوجوان کو جوانی میں مسند نشینی اور سجادہ نشینی اختیار کرنے پر بے حد خوشی ہوئی ہے۔میری دعا ہے کہ ملک کے دوسرے نوجوان بھی ان کی تقلید کریں اور اسلام کا بول بالا کریں۔

این دعا از من و جملہ جہاں آمین باد



مزار مبارک اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمد اور غوث الامت پیر قاسم رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ سید شاہ نہال الدینؒ چکرالی بدھال

آج سے تقریباً چار صدی قبل ایک خاندان غزنی سے ہجرت کر کے پنجاب آیا جن کا تعلق محمد عربی ﷺ کے خاندان سے تھا اور انہیں اولاد علی بن ابی طالب و عباس علمدار ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔اس خاندان کے سردار خواجہ سید علاؤ الدینؒ تھے۔جنہوں نے اپنا مال و اسباب اللہ کی راہ میں لٹا دیا تھا اور پہاڑوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔اللہ پاک نے انہیں ایک چاند سا بیٹا عنایت کیا جس کا نام شاہ نہال الدینؒ رکھا گیا۔اولیائی کے جوہر بچپن سے ہی ہویدا تھے۔جب آپ چودہ برس کے ہوئے تو آپ کے والد حضرت علاؤ الدینؒ دنیائے فانی سے کوچ فرما گئے۔ایک دن آپ کی نظر ایک ڈاکو پر پڑی جو پوٹھوہار کا رہنے والا تھا جس کا نام کھکا راہزن تھا۔آپ کی ایک نگاہ سے کھکا ڈاکو اولیاء اللہ بن گیا،جن کا مزار بگا شیخاں روات میں ہے (موجودہ نام شیخ الحق ہے)

حجاز مقدس کا سفر: آپ نے ۹۷۲ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا۔آپ نے زیادہ تر وقت غوث پاک محبوب سبحانی کے روضہ مطہرہ پر گزارا۔ایک صبح ایک درویش کی نظر حضرت شاہ نہال الدینؒ کی پیشانی پر پڑی تو آپ پر فریفتہ ہو کر کہنے لگا کہ اے شاہ نہال میں تیری پیشانی میں ایک ستارے کو طلوع ہوتا دیکھ رہا ہوں جسے لوگ دیوان حضوری کے نام سے پکاریں گے اور وہ محبوب سبحانی کا منظور نظر ہوگا۔واپسی پر حضرت شاہ والا نے یہ ذکر اپنی رفیقہ حیات سیدہ حافظہ فاطمہؒ سے کیا تو وہ اپنے مقدر پر رشک کرنے لگیں۔شکرانے کے نفل ادا کئے۔آخر کار ۲۹ شعبان المعظم کی رات آ گئی۔آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔اہل اسلام رمضان کا چاند دیکھنے کے لئے مشتاق تھے لیکن بادلوں کی وجہ سے چند نظر نہ آیا۔چاند کیوں نہ نکلا۔تاریخ الدیوان کا مصنف لکھتا ہے کہ سورج کے سامنے دیا کب جلتا ہے۔شاہ نہال کے گھر جو چاند نکلنے والا تھا آسمان کے چاند کی آج کیا ضرورت تھی چنانچہ اسی شب شاہ نہال کو اللہ نے ماہ پیکر بچہ عطا کیا جس کے ہونٹ اور رخسار گلاب کے پھول کی مانند تھے اور وہ مادرزاد ولی تھا۔بچہ رات بھر دودھ

پیتا رہا مگر سحری کا وقت ہوا تو ماں کی کوشش بسیار کے باوجود بچے نے دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ قاضی شہر کو پتہ چلا تو اس نے اعلان کر دیا کہ لوگو آج پہلی رمضان ہے روزہ رکھو کہ شاہ نہال کے گھر نومولود نے بھی سحری کے وقت دودھ نہیں پیا۔

چکرالی بدھال کی طرف روانگی

حضرت دیوان حضوری کی عمر ۱۲ سال تھی تو شاہ نہال نے تخت پڑی سے رختِ سفر باندھا اور چکرالی بدھال آ گئے اور یادالٰہی میں ہر دم منہمک رہنے لگے۔ دیوان حضوریؒ قبرستانوں میں اور شاہ نہالؒ اپنے ڈیرے پر اللہ کی یاد میں کھوئے رہتے۔ کچھ عرصے بعد حضرت دیوان حضوری بغداد شریف چلے گئے تو حضرت شاہ نہال الدینؒ بیمار ہو گئے اور ۱۰۲۵ھ ۲ شوال کو اپنے رب سے جا ملے۔ حضرت شاہ نہال الدینؒ کا مزار سید زبیر اختر شاہ نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کرایا۔ شاہ نہال الدینؒ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آج کل موجودہ سجادہ نشین سید حسنین الحسن شاہ آپ کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

باوا حضرت شاہ نہال جہڑا منے ہووے خوشحال
غم دیندا اے سارے ٹال جیہڑا آئے صدق دے نال

اللہ پاک آپکے درجات بلند کرے اور آپ کا فیض ہمیں حاصل کرنیکی توفیق عطا کرے (آمین)

دینی خدمات:

شاہ نہال نے چنیوٹ کو چھوڑ کر تخت پڑی علاقہ رواٹ کے گاؤں اکبر آباد میں سکونت اختیار کی۔ دن رات لنگر چلنے لگا۔ ہندو، سکھ، عیسائی اور مسلمان سبھی آپ کے فیض سے مستفید ہونے لگے۔ آپ کا اعلان تھا کہ جو ننگا آئے اس کو کپڑا دو تا کہ وہ ستر پوشی کر سکے۔ اگر کوئی بھوکا آئے تو اس کو کھانا کھلاؤ تا کہ وہ اللہ کو یاد کر سکے۔ آپ بغیر مہمان کے کبھی کھانا تناول نہ فرماتے۔ اگر کوئی مہمان نہ آتا تو مسجد یا مسافر خانے میں تلاش کرتے۔ آپ کی تبلیغ سے اور حسن سلوک سے سینکڑوں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے (آمین)

سیدہ حافظہ فاطمہ زوجہ سید نہال الدینؒ

سیدہ حافظہ فاطمہؒ کا شمار وقت کی عظیم زاہدہ اور عابدہ عورتوں میں ہوتا ہے۔ آپ کی عبادت و ریاضت اور زہد و ورع ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ مادرزاد ولی تھا۔ جب آپ کو اپنے خاوند شاہ نہال الدین کے ذریعے مادرزاد ولی بیٹے کی بشارت دی گئی تو آپ کو اپنی عبادت و ریاضت میں اور بھی زیادہ سرور و وجدان کی کیفیت محسوس ہونے لگی۔ آپ نے نہایت انہماک سے اپنے بیٹے کی پرورش کی اور ایک لمحے کے لئے بھی اپنے فرض میں کوتاہی نہیں کی۔ آپ کی گود ہی کی یہ تاثیر تھی اور فیضان تھا کہ حضرت دیوان حضوری سید محمد عبداللہؒ نے اولیاء اللہ میں وہ مقام حاصل کیا جو صدیوں میں کسی ولی کو عطا ہوتا ہے۔ جب حضرت شاہ نہال الدینؒ چنیوٹ سے نقل مکانی کر کے تخت پڑی تشریف لا تو آپ نے سیدہ حافظہ فاطمہؒ کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ حضرت شاہ نہال الدینؒ چونکہ فقیر منش درویش تھے اور یہاں آپ کا کوئی ذاتی ترکہ یا جائیداد نہ تھی۔ اس لئے سیدہ حافظہ فاطمہ کے ترکہ پر ہی آپ کی گزراوقات تھی۔ زمین کی آمدنی سے تھوڑا خود کھاتے اور بقیہ فقراء میں تقسیم کر دیتے۔ جب آپ تخت پڑی سے چکڑالی تشریف لا تو حافظہ فاطمہ بھی اپنے والدین کا ترکہ چھوڑ کر آپ کے ساتھ آ گئیں۔ کچھ عرصے بعد آپ کے صاحبزادے دیوان حضوری بغداد تشریف لے گئے اور ۱۰۲۵ھ میں آپ کے شوہر شاہ نہال الدینؒ بھی چل بسے۔ مائی صاحبہ اکیلی رہ گئیں۔ اپنے خاوند کے غم کو تو برداشت کر لیا۔ لیکن اپنے لاڈلے بیٹے دیوان حضوری کے فراق میں رو رو کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح اپنی آنکھوں کی بینائی کو گنوا دیا۔ سولہ سال بعد جب حضرت دیوان حضوری واپس تشریف لا تو آپ نے اپنے مبارک سر کو اپنی ماں کے قدموں میں رکھ دیا۔ مائی صاحبہ نے پوچھا کہ بیٹا تو کون ہے؟ تو عرض کی کہ ماں جی میں آپ کا سولہ سال سے بچھڑا ہوا عبداللہ ہوں۔ ماں جی نے آپ کو اٹھایا اور سینے سے لگا لیا۔ چہرہ مبارک اور آنکھوں پر بوسے دینے شروع کئے۔ دل میں آیا کہ کاش آج میری بصارت ہوتی تو میں دیکھتی کہ میرا بیٹا

کٹتے رہتے لے کر آیا ہے۔ بس یہ خیال آنے کی دیر تھی کہ دیوان حضوریؒ نے اپنا لعاب دہن اپنی ماں کی آنکھوں میں لگا دیا۔ جیسے یوسف علیہ السلام کے کُرتے سے یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی روشنی واپس آ گئی تھی ایسے ہی آپ کے لعاب دہن نے حافظہ فاطمہ کی آنکھوں کو روشن کر دیا۔ مائی جی نے اپنے بیٹے کے چہرے کو دیکھا اور آپ کی روح قفس عنصری کے پرواز کر گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کے جسم کی روح کو کسی کا انتظار تھا۔ حضرت سیدہ حافظہ فاطمہ کو چکراالی بدھال میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ ہر جمعرات یا منگل کو لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ جمعرات کو گیارہویں منائی جاتی ہے۔ صوفی اسحاق جاروب کشی کرتے ہیں۔ صبح وشام لوگ آتے ہیں اور نیاز چڑھاتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔ پیر زبیر اختر شاہ صاحب نے مزار تعمیر کرایا ہے۔ آپ کے پوتے جناب سید نعیم عباس شاہ اور سید حسنین الحسن مدظلہ العالی اپنی دادی کی قبر مبارک کی خدمت جان و دل سے بجالاتے ہیں۔ آج کل سید حسنین الحسن اس درگاہ کے گدی نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اقبال میں مزید اضافہ کرے۔ (آمین)

مشائخ طریقت کو صوفی کیوں کہا جاتا ہے

مولانا شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف مطبوعہ مصری ص ۲۶ تا ۳۳ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین لباس صوف کو عزیز سمجھتے تھے اور چونکہ صوفیاء کرام انبیاء کی متابعت میں لباس صوف کو پہننا پسند کرتے تھے اس لیے انہیں صوفی کہا جاتا تھا یا اس کی وجہ یہ تھی کہ صوفی قوم صفائی قلب اور اعمال صالحہ میں اللہ کے نزدیک صف اول میں شمار کیے جاتے ہیں اس لیے صوفی لفظ اس کی وجہ تسمیہ ہے۔ صوفی لفظ صفوی سے نکلا ہے اور ثقالت کے باعث اب صوفی رہ گیا ہے۔ مولانا جلال الدین سیوطی نے الموضوعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں چند احادیث لباس صوف کی تعریف اور مناقبت میں بیان کی ہیں۔

حضرت بابا پیر کرم شاہ مسعود آبادی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش

آپ ۱۸۸۹ء میں سید عباس علی شاہؒ کے گھر چوک صاحباں آزاد کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جس روحانی خاندان میں آنکھ کھولی اس میں میں پشت در پشت ولایت کا سلسلہ جاری تھا۔ آپ کے والد گرامی سید عباس علی شاہؒ اور دادا سید محسن علی شاہ اور ان کے آباؤ اجداد میں سید قاسم علی شاہؒ بن محمد بخش شاہ بن معصوم شاہ بن عنایت اللہ شاہ بن رحمت اللہ شاہؒ بن الحاج سید محمد عبداللہ شاہؒ دیوان حضوری کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کے ماموں پیر سید محبوب شاہ چوک صاحبانوی اپنے وقت کے عظیم المرتبت صوفی منش اولیاء میں سے تھے۔ آپ کے والد سید عباس علی شاہ خاندان ورثہ چوک صاحباں میں ۲۲۰۰ کنال رقبے کے اکیلے وارث تھے۔ آپ بہادری میں بے مثال تھے۔ ایک بار شکار کے دوران شیر آپ کا سارا بازو نگل گیا۔ اس وقت کے طبیبوں نے آپ کا علاج کیا۔ مشہور ہے کہ چھ مہینے تک مریدین آپ کی خدمت میں مصروف رہے۔ پیر سید کرم شاہ اسی بہادر باپ کی اولاد تھے۔ آپ کے ایک اور بھائی سید ولایت شاہ بھی تھے۔ سید کرم علی شاہ مادرزاد ولی تھے۔ اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فقیری کی روش اپنائی اور چوک صاحباں کی اراضی اور جائیداد چھوڑ کر گوجر خان میں ایک ویرانے میں سکونت اختیار کی۔ پیر صاحب کی آمد سے پہلے اس جگہ کو میرا کہتے تھے۔ پیر کرم شاہ کی وجہ سے اس میرا کی رونق بڑھی۔ لوگ اس سید زادے سے فیض حاصل کرنے آنے لگے۔ آپ کا سارا وقت یاد الٰہی میں گزرتا تھا۔ دن رات عبادت و ریاضت میں گزار دیتے۔ رشد و ہدایت کے لئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ حضرت خواجہ کرم شاہؒ کا شمار رواں صدی کے صاحب کرامت اولیاء میں ہوتا ہے۔ آپ قطب کے درجہ پر فائز ہیں۔ آپ کے فیض کا یہ عالم ہے کہ ان کی وفات کے بعد لوگ ان کے مرقد پر آ کر فیض حاصل کر رہے ہیں۔ کسی بھی

حاجت یا بیماری والا مرد، عورت، بچہ یا بوڑھا ایک بار آپ کے مزار پر حاضر ہو جائے تو اس کی بیماری یا مشکل بہ اذن خدا فوراً حل ہو جاتی ہے۔ آپ کے صاحبزادے سید مسعود شاہ کے نام پر اب یہ جگہ مسعود آباد کہلاتی ہے۔ آپ کا وصال ۲۶ ذیقعد ۱۳۹۷ھ بروز بدھ وار ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور غریق رحمت کرے۔ آپ کا مزار مسعود آباد گوجر خان میں مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ پیر کرم شاہ صاحب کو اللہ نے چار فرزند عطا فرمائے تھے جن میں سے آپ کے صاحبزادے سید زبیر اختر شاہ صاحب آپ کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ خدا آباد رکھے میخانہ غازی عباس کا۔

مدح و منقبت در شان پیر کرم شاہ حضوریؒ

پیر کرم شاہ جی سلطان — سوہنی سچی اعلیٰ شان
ایسا رتبہ دتا رحمان — جھڑا ویکھے ہووے قربان
در تے جھڑا منگتا آیا — خالی کدی نہ اونوں لوٹایا
ایسا دان دیوے اوسنوں — بول اٹھے او واہ سبحان
فیض یافتہ اے شاہ جیلان — اولاد خاص ہے شاہ دیوان
ابو اسحاق دا راج دلارا — غازی عباس دی اکھ دا تارا

کرامات: آپ نے زندگی میں ہزاروں لوگوں کو فیض بخشا۔ آپ کی کرامات کا چرچا عام تھا لیکن عالم بقا جانے کے باوجود لوگ ان کے کرشمے دیکھ کر حیران ہیں۔ چند واقعات عینی شواہد کی روشنی میں قارئین ملاحظہ فرمائیں۔

ملک مظہر چھنی عالم شیر علاقہ روات کو یرقان کی تکلیف تھی۔ مرض بڑھتا بڑھتا شدت اختیار کر گیا اور پیٹ میں پانی بھر گیا۔ زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ تھلہ گاؤں کے بابا فرید نے اپنا احوال سنایا اور کہا کہ وہ بھی کالے یرقان میں مبتلا تھے۔ میرے بھائی نے بابا کرم شاہ کی زیارت پہ حاضری دی۔ پانی دم شدہ اور تعویذ لیا۔ گھر آ کر مجھے تعویذ باندھا اور پانی پلایا اسی دن شفا ہو

گئی۔ ملک مہر کے بھائی یہ سن کر درگاہ آئے پیر نعیم شاہ نے انہیں دم کیا ہوا پانی دیا اور تعویذ دیا اور پھر اللہ کا معجزہ ہوا۔ مریض بستر سے اُٹھ بیٹھا۔ رات کو اس کے جگر نے پانی نہ بنایا جو پانی پیٹ میں تھا پیشاب کی شکل میں خارج ہو گیا۔ ڈاکٹر حیران و پریشان رہ گئے۔ ملک مظہر جوان باتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ وہ اپنے عزیزوں ملک جواد، حسنات اور ظہور کے ساتھ پیر کرم شاہؒ کے روضہ پر مسعود آباد تشریف لائے۔ ایک فرید ہی کیا جو بھی پیر کرم شاہ قطب کے پاس آیا بابا جی کا فیض اسے حاصل ہوا اور وہ شفایاب ہوا۔ اسی لئے آپ کے مزار پر دور دراز سے لوگ آپ کی درگاہ پر حاضری دیتے ہیں اور بابا کرم شاہؒ کی عظمت کے گیت گاتے ہیں۔

عادات و خوارق

آپ کی سخاوت کی داستانیں زبان زد عام ہیں۔ آپ نے ۱۹۴۷ء میں تباہ حال مہاجروں میں اپنی ۵۶ کنال زمین تقسیم کی اور انہیں آباد کیا۔ آپ نبی کریمؐ کی اس حدیث مبارکہ پر عمل کرتے تھے جس میں آپ نے فرمایا السخی حبیب اللہ ولو کان فاسقا یعنی سخی اللہ کا دوست ہے بیشک فاسق ہی کیوں نہ ہو اور والبخیل عدو اللہ ولو کان زاہدا اور بخیل اللہ پاک کا دشمن ہے بیشک وہ زاہد ہی کیوں نہ ہو۔ آپ بیباک اور حق گو تھے اپنے جد امجد حضرت عباس علمدار کی طرح منہ پر سچی اور کھری بات کرنے سے نہ ہچکچاتے چاہے کسی کو ناگوار ہی گزرے جیسا کہ مردان خدا کا خاصا ہوتا ہے

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ کے دربار میں جو بھی آیا وہ کچھ لے کر ہی گیا۔ علاقہ روات کا کوئی ایسا بندہ نہیں رہا جس نے آپ کے آستانے سے فیض نہ پایا ہو۔ یہاں مایوس مریض شفایاب ہو کر جاتے ہیں۔ پیر کرم شاہ کا مزار مرجع خلائق ہے جو ایک بار حاضری دیتا ہے وہ اس در کا غلام بن جاتا ہے۔ سائیں عبد الرزاق آف کنوہا جو ملک کے نامور شاعر تھے ان سجادہ نشینوں کی شہرت سن کر یہاں آئے اور تا زندگی ان آستانوں سے وابستہ رہے۔ آپ زندگی بھر عبادت الٰہی میں مستغرق رہے اور اپنے اللہ کا جھنڈا ہمیشہ سربلند رکھا۔

پیرزبیراختر شاہ صاحب مدظلہ علیہ والئ مسعود آباد

پیر سید زبیر اختر شاہ صاحب کا شمار خاندان حضوری سید محمد عبداللہ شاہؒ کے مایہ ناز بزرگوں میں ہوتا ہے۔ آپ کی پیدائش اگرچہ چوک صاحباں کی سرزمین آزاد کشمیر میں بابا پیر سید کرم شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے گھر میں ہوئی لیکن آپ کو سرزمین پوٹھوہار سے قلبی لگاؤ اور انس اس لئے تھا کیونکہ یہاں آپ کے جد امجد حضرت دیوان حضوری سید محمد عبد اللہ بشندوری مدفون ہیں اور ان کا روضہ مبارک موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے والدین کو آمادہ کیا کہ اپنی گیارہ سو کنال اراضی اپنے چچا کے سپرد کر کے پوٹھوہار کی طرف نقل مکانی کی جائے۔ اس سلسلہ میں پیر صابر شاہ کے ذمہ یہ کام تفویض ہوا کہ وہ اس خاندان کی آبادکاری کے لئے گوجر خان کے قریب کوئی قطعہ زمین خریدیں پیر صابر شاہ آپ کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ حسب خواہش انہوں نے داخلی موہڑہ خیلی میں ایک غیر آباد جگہ خریدی۔ بعد میں یہ جگہ مسعود آباد کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپ نے یہاں ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی اور جب آپ کے والد گرامی پیر کرم شاہؒ کا انتقال ہوا تو ان کے شایان شان نہایت دیدہ زیب مقبرہ مسعود آباد میں تعمیر کیا۔ آپ کی تعمیر شدہ اس مسجد میں گردونواح کے تقریباً سات دیہات کے لوگ ۱۹۶۸ء سے مستقل طور پر یہاں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ پیر سید مسعود اختر شاہ صاحب کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے اپنے جد امجد خواجہ سید نہال الدین اور حافظہ فاطمہ کا مزار بھی تعمیر کروایا جو کہ حضرت دیوان حضوری سید محمد عبداللہ شاہ بشندوری کے والدین ہیں۔ آپ نے اس سلسلہ میں کسی برادری کے فرد سے کوئی مالی اعانت کے لئے درخواست نہیں کی بلکہ تن تنہا یہ کام اپنے پیسوں سے کیا زائرین دربار کے لئے اس جگہ کنواں بھی کھدوایا اور مسافروں کے بود و باش کے لئے مسجد سے متصل ایک ہال بنانے کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں۔ پیر سید مسعود اختر شاہ صاحب نہایت سادہ دل انسان ہیں۔ راستگوئی ان کی سرشت میں شامل ہے سچی

بات برملا منہ پر کر دیتے ہیں۔ غریب پروری اور مہمان نوازی کا جذبہ انہیں والدین کی طرف سے ترکہ میں ملا ہے۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ عاجزی اور انکساری کا مکمل پیکر ہیں۔ ریاکاری سے نفرت کرتے ہیں آپ نے چوک صاحباں آزاد کشمیر اور پڑوٹ علاقہ ڈڈیال میں بھی مسجدوں کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ تعویزات کے عوض مریدوں سے شرنی شکرانہ نہیں لیتے بلکہ کہہ دیتے ہیں کہ مسجد میں کوئی چیز رکھ دو یا چراغی کر دینا یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی حیات میں ہی اپنی گدی اپنے با صلاحیت بیٹے جناب سید نعیم عباس کے حوالے کر دی جو کہ خادم القوم اور عامل، کامل حکیم، عالم دین اور جامع مسجد کے خطیب بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر دراز عنایت کرے تا کہ آپ اپنے علاقہ کی مزید روحانی اور سماجی خدمت سرانجام دے سکیں (آمین)۔

آئمہ اہل بیت

آئمہ اہل بیت نبوی علیہ السلام جو قیمہ خاندان نبوت اور اسرار ولایت و معرفت کے حامل ہیں کی مثال اس امت میں سفینہ نوح اور باب حطہ کی مانند ہے۔ نفس امارہ اور شیطانی حملوں سے محفوظ رہنے، گناہوں کی بخشش اور تکفیر کے لیے ان اولیاء اللہ کے سلاسل سے وابستگی ضروری ہے۔ ان بزرگان دین کو سلوک راہ خدا، بیعت، توبہ اور انابت کی منازل اسی خاندان کی بدولت ملی ہیں۔

بیعت سنت موکدہ ہے

بیعت سنت موکدہ ہے اور تارک سنت کو چاہیے کہ ہوش کے ناخن لے۔ شیخ کی بیعت فرض ہے، جس طرح قرات قرآن حکیم اور تعلیم احکام الٰہی ضروری ہیں۔ بیعت شیخ بھی لازم ہے۔ یہ سلسلہ بیعت رضوان سے شروع ہے۔ بیعت رضوان میں سمر درخت یا پنجابی میں کیکر کے درخت کے نیچے تقریباً ۱۴۰۰ صحابہ کرام نے حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ مولانا صاحب تفسیر حسینی کے پارہ ۲۸ ربع دوم سورت ممتحنہ میں بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز جب حضور سرور دو عالم بیعت رجال سے فارغ ہوئے تو عورتیں مبایعت کے لیے آئیں۔

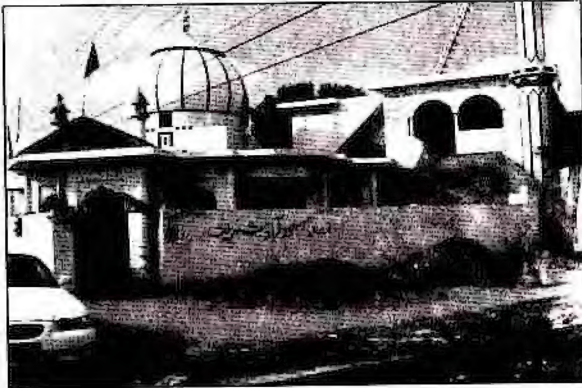
عاشق رسول پیر سید نعیم عباس مدظلہ علیہ

دیوان حضوری کی نسل سے تعلق رکھنے والے نوجوان پیر نعیم عباس سے ملاقات ہوئی تو بڑی حیرانی ہوئی کہ نوجوانی میں ہی انہوں نے اپنے والد سید زبیر حسن شاہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فقیری راہ اختیار کر لی ہے اور اپنے بابا کے مشن کو آگے بڑھانے میں پُر خلوص جذبے اور لگن سے کام کرتے ہوئے دینی خدمت میں مصروف ہیں۔ ان کے والد سید زبیر حسن شاہؒ خدا ان کی عمر دراز کرے۔ صوفیانہ مسلک کے حامل ہیں اور سادات گھرانے سے ان کا تعلق ہے۔ انہوں نے فقیری لائن اختیار کی اور دنیا کے عیش و آرام کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول سے ناطہ جوڑ لیا ہے۔ ہمہ وقت یادالٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب مولا علی تک جا پہنچتا ہے اس کا دستاویزی ثبوت ان کے پاس موجود ہے اور وہ اس پر بجا طور پر فخر کرتے ہیں۔ شجرہ نسب ملاحظہ فرمائیں۔

سید نعیم بن زبیر اختر صاحب بن پیر کرم علی شاہ حضوریؒ بن عباس علی شاہؒ بن محسن علی شاہؒ بن قاسم علی شاہؒ بن محمد بخش شاہ بن معصوم شاہ قاضیؒ بن عنایت اللہ شاہؒ بن رحمت اللہ شاہؒ بن سید سعد محمد عبداللہ شاہ دیوان حضوریؒ بشندوٹ بن شاہ نہال الدین چکرالویؒ بن سید علاؤالدینؒ غزنوی بن سید ولی الدینؒ بن سید محمد اسماعیل شاہؒ بن سید حسام الدینؒ بن سید جنید الدینؒ بن بدرالدین غزنوی بن پیر سید قاسم شاہ بن حاجی حمید الدین بن سید محمد کیفؒ بن سید سعید الدینؒ بن سید قطب شاہؒ قاضی بن سید شریف الدینؒ المعروف ابو اسحاق شامی چشتی سات پشتوں سے یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔

پیر سید نعیم عباس ۱۴ مارچ ۱۹۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ سکول گوجر خان میں زیر تعلیم رہے۔ پنڈی بورڈ سے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ آپ کے مرشد صفا آپ کے دادا پیر کرم علی شاہؒ تھے جن سے آپ کو روحانی فیض ملا۔ آپ گیارہ سال مدرس کے فرائض

سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے والد نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا نائب مقرر کر دیا ہے۔ ہزاروں لوگ آپ کے دادا پیر کرم علی شاہ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اور مرادیں حاصل کرتے ہیں۔ یہاں ہر قسم کے مریض آ کر صحت یاب ہوتے ہیں۔ خصوصاً پیٹ میں پانی کے مریض اور جن کی تلی بڑھی ہوئی ہو ان کو افاقہ ملتا ہے۔ کوکھ جلی عورتوں کو اولاد کی نعمت ملتی ہے۔ میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہو تو صلح ہو جاتی ہے۔ یہاں ہر چیز کا علاج قرآن کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ آپ درود پاک، کلمہ شریف اور یا حی یا قیوم کے ورد کی تعلیم دیتے ہیں۔ پیر نعیم عباس کو مطالعہ کا بے حد شوق ہے۔ ان کی الماری دینی کتب سے بھری ہوئی ہے۔ ہر وقت عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔ خدا ان کے جذبہ و شوق میں اضافہ کرے (آمین)۔



زیارت گاہ حضرت پیر مرشد مسعود آبادی



پیر مرشد شاہ مسعود آبادی کے روضہ مبارک پر مصنف سجادہ نشین حضرت پیر سید نعیم عباس کے ہمراہ دعا گو ہیں

حضرت خواجہ سید محبوب شاہؒ چوک صاحباں شریف

چوک صاحباں کی سرزمین آزاد کشمیر میں آپ نے سید احمد شاہؒ کے گھر آنکھ کھولی۔ ولایت کے نظارے بچپن میں ہی آپ کے ماتھے پر طلوع نظر آتے تھے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ آپ کل چار بھائی تھے اور چاروں کو اللہ نے ولایت کے منصب سے نوازا تھا جن کے اسماء گرامی سید فضل شاہؒ، سید جیون شاہؒ، سید بہادر شاہؒ اور سید محبوب شاہؒ والئی چوک صاحباں ہیں۔

خاندانی پس منظر

حضرت پیر محبوب شاہؒ کا شجرہ نسب چھ واسطوں سے حضرت سید محمد عبداللہ بشند وری سے جاملتا ہے۔ سات واسطوں سے حضرت سید نہال الدین چکڑالوی سے اور انیس واسطوں سے سید شریف الدین المعروف ابو اسحاق چشتیؒ سے جو کہ سردار عالیہ سلسلہ عالیہ چشتیہ ہیں اور ۳۰ واسطوں سے افضل الشہداء حضرت عباس علمبردار سے ہوتا ہوا امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ شیر خدا سے جاملتا ہے۔

عادات وخوارق

سید محبوب شاہ بچپن سے ہی درویش صفت مشہور تھے۔ جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاتے اور انہیں ڈھونڈ کر لایا جاتا جوں جوں وقت گزرتا گیا یہ جنوں بڑھتا چلا گیا۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی دعاؤں سے مشکلیں آسان کرواتے۔ آپ دن رات عبادت وریاضت میں مصروف رہتے۔ آپ نے طویل چلے کاٹے اور معرفت کی منازل طے کیں۔ آپ کی کرامات کا چرچا عام تھا۔

کرامات

یوں تو بے شمار کرامات سننے میں آتی ہیں لیکن یہاں چند کا ذکر آپ بھی سن لیں۔ اللہ والوں کی باتیں سن کر بعض لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے لیکن جو کرامات لوگوں نے خود اپنی آنکھوں

سے دیکھی ہیں یا سنی ہیں ان سے انکار کیسے کیا جاسکتا ہے۔

(۱) کہتے ہیں کہ کشمیر کا ایک راجہ آپ کے علاقے میں نکل آیا وہ حسن پرست تھا۔ اس زمانے میں چوک صاحباں میں موچی کی لڑکی کے حسن کا بڑا شہرہ تھا۔ راجہ گھوڑے کی لگام کو ٹانکا لگانے کے بہانے موچی کے گھر پہنچ گیا۔ موچی حضرت کا مرید تھا۔ راجہ کی نیت کو بھانپ کر دوڑا دوڑا حضرت محبوب شاہ کے پاس آیا اور مدد کی درخواست کی۔ محبوب شاہ نے زوردار گج ماری تو درخت کی شاخیں اور جڑیں نیچی ہوگئیں۔ موچی نے جھلا کر کہا کہ بابا بھڑکیں ہی مارتے رہو گے ادھر راجہ میری بیٹی لے جائے گا۔ بابا محبوب شاہؒ فرمانے لگے کہ جا موچیا میں نے راجے وا تخت ہی پڑت چھوڑیا اے۔ ادھر راجہ کے دل میں خیال آیا کہ فوج کے دستے کے ساتھ دوبارہ آؤں گا اور اس حسینہ کو طاقت کے زور پر لے جاؤں گا، لیکن جب وہ اپنی راجدھانی پہنچا تو اس کی بادشاہت ختم ہوچکی تھی۔ راجہ کو قید کرلیا گیا اس طرح محبوب شاہ کی پیشگوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔

(۲) ایک مرتبہ حضرت محبوب شاہؒ ہل بگام کے مقام پر دریا عبور کرنا چاہتے تھے۔ جب لب دریا پہنچے تو ملاح کشتی لے کر تھوڑی دور نکل گیا تھا۔ آپ نے اسے اشارہ کیا کہ واپس آکر مجھے بھی ساتھ لے چل لیکن سواریوں کے ڈر سے ملاح نے آپ کی بات نہ مانی۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی اور دریا میں اپنا مصلےٰ ڈال دیا۔ دنیا والوں نے دیکھا کہ آپ نے مصلے پر بیٹھ کر دریا عبور کرلیا اور آپ کا مصلےٰ اور پاؤں بھی گیلے نہ ہوئے۔

(۳) پیر محبوب شاہؒ ایک مرتبہ دریائے چوجک کے کنارے اپنا مصلےٰ بچھائے یاد الٰہی میں مصروف تھے کہ اچانک طوفان آگیا۔ آپ کے بھانجے نے مریدوں کو دوڑایا کہ ماموں ڈوب گئے ہوں گے، جا کر پتہ کرو لیکن جب مرید موقع پر پہنچے تو آپ کو عبادت الٰہی میں مصروف پایا۔ دریا کا پانی ہر طرف تباہی پھیلا چکا تھا لیکن جہاں آپ عبادت کررہے تھے وہ جگہ بالکل خشک اور محفوظ تھی۔ یہ ہیں اللہ والوں کی باتیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے لیکن ہم تو ان کے ماننے والے ہیں ان باتوں پر شک کرنا کفر سمجھتے ہیں۔

سیدہ مائی عنایت بی بی بڑالہ چڑھوئی شریف

سیدہ مائی عنایت بی بی دختر سید قائم علی شاہ آف بڑالہ چڑھوئی آزاد کشمیر زوجہ حضرت پیر سید کرم شاہ مسعود آبادی، والدہ ماجدہ سید زبیر اختر شاہ اور دادی صاحب گدی نشین جناب سید نعیم عباس صاحب ہیں۔آپ دعاء شریانی کی عاملہ تھیں۔ جنات و چڑیلیں آپ کے سامنے اکثر ہاتھ باندھے کھڑی رہتی تھیں لیکن آپ نے کبھی ان سے ناجائز کام نہیں کروایا۔ان کا زیادہ تر وقت قرآن خوانی اور عبادت الٰہی میں گزرتا تھا۔آپ کا وصال ۱۱۰ سال کی عمر میں ہوا لیکن آپکی نظر اور کانوں کی سماعت میں کوئی نقص نہیں تھا اور جب قرآن پڑھنے بیٹھتیں تو تین چار سپارے پڑھ کر اٹھتیں۔آپ بے حد سخی اور مہمان نواز تھیں۔سائل کو کبھی دروازے سے خالی ہاتھ نہ لوٹایا۔جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو سوموار کے دن اپنی بہو صاحبہ والدہ ماجدہ پیر نعیم عباس شاہ گدی نشین سے پوچھا کہ آج کونسا دن ہے؟ بہو نے جواب دیا کہ سوموار۔اس پر مائی صاحبہ بولیں کہ جمعہ کب ہے؟ بہو نے مذاقاً کہا کہ مائی جی جمعہ کو کیا کرنا ہے۔مائی عنایت بی بی نے خندہ روئی سے جواب دیا کہ بس مجھے جمعہ سے کام ہے اور اس دن کا انتظار ہے، اور یہی بات ہوئی جب جمعرات کی شام آئی تو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور آپ کی روح مبارک عالم بقا میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔ اس طرح بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ تین بجے آپ کی تدفین عمل میں آئی۔آپ کی تاریخ وفات ۷ شوال بروز جمعرات ہے اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس میں جگہ دے (آمین)۔



آستانہ عالیہ مسعود آباد شریف



سجادہ نشین پیر سید نعیم عباس شاہ مدظلہ العالی



مصنف مقصود احمد راہی حاجی پیر سید کرم شاہ حضوریؒ کے مزار پر ہمراہ پیر سید نعیم عباس شاہ مدظلہ العالی



حضرت صاحبزادہ ارشد محمود القریشی القادری مدظلہ العالی پیر گمٹی شریف



حضرت پیر ارشد محمود القریشی القادری مدظلہ العالی اوران کے خلیفہ



حضرت پیر ارشد محمود القریشی القادری اپنے والد غلام ربانی القریشی القادری کے مزار

صوفی باصفا حضرت غلام ربانی القریشی انصاریؒ گمٹی شریف

آپ ۱۹۱۴ء میں گمٹی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت بابا کالے خانؒ ایک متشرع اور خدا کے برگزیدہ بندے تھے۔ طریقت میں نقشبندی سلسلہ دربار عالیہ بھگار شریف حضرت خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندیؒ سے حاصل کیا۔ اس کے علاوہ قادری سلسلہ میں نسبت دربار عالیہ چراہ شریف کے پیر سید قاسم شاہ بخاریؒ سے تھی لیکن آپ کو فیض حقیقی حضور غوث الاعظم سے تھا۔ ستر سال کی عمر میں پیر قاسم شاہؒ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرزند جمیل صوفی غلام ربانی القریشی القادری کی نعمت سے نوازا۔ کہتے ہیں کہ حضرت بابا صوفی غلام القریشی القادری کی والدہ ماجدہ اور آپ کی نانی صاحبہ دربار عالیہ چراہ شریف میں پیر قاسم شاہ بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور حضرت بابا سید قاسم شاہ بخاری نوشاہی قادریؒ سے درخواست کی کہ میری بیٹی کے ہاں بیٹیاں ہیں اور کوئی بیٹا نہیں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ اس کو ایک نیک بیٹا عطا فرمائے۔ آپ کی نانی صاحبہ حضرت پیر قاسم شاہ کی مرید خاص تھیں اور نہایت متقی اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ چنانچہ پیر سید قاسم شاہؒ نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے بابا کالے خاں کے گھر ایک چاند سا بیٹا عطا کیا۔ سارے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اس بچے کا نام صوفی غلام ربانی القریشی رکھا گیا۔ صوفی غلام ربانی القریشی مادر زاد ولی تھے۔ آپ کی تعلیم وتربیت حضرت بابا کالے خان نے نہایت احسن طریقے سے کی۔ دنیاوی اور دینی تعلیم سے اسے گوہر قابل بنایا۔ آپ نے تعلیم سے فراغت کے بعد پی ٹی سی ایل میں ملازمت کی لیکن آپ پر اضطراری کیفیت طاری رہتی تھی۔ چنانچہ دوران سروس سندھ کے مختلف علاقوں میں اولیاء اللہ کی درگاہوں پر روحانی فیض کے لئے حاضری دیتے رہے۔ آپ نے حیدر آباد، سکھر، روہڑی اور سندھ کے دوسرے علاقوں میں تمام عظیم المرتبت صوفی بزرگوں کے آستانوں پر جا کر اپنے لئے راہنمائی حاصل کی۔ آپ ہر وقت باوضو رہتے، نماز اور روزے کا خاص اہتمام کرتے۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کی نمازیں بھی

با قاعدگی سے ادا کرتے۔ نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتے۔ سنت مطہرہ پر سختی سے کاربند رہتے تھے۔ داڑھی مبارک، عمامہ شریف اور دراز زلفوں نے آپ کی شخصیت کو نکھار بخشا تھا۔ گمٹی شریف کے ۱۹ گاؤں کے لوگ جن کا القریش خاندان سے تعلق تھا آپ کو عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

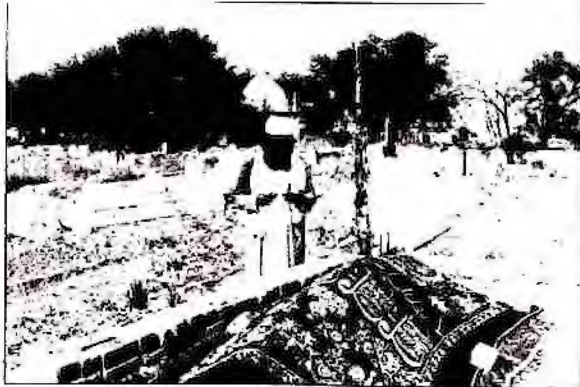
حضرت غلام ربانیؒ صوفی منش انسان تھے۔ مال و دولت سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ آپ نے ساری زندگی انشورنش، بینک اکاؤنٹ اور پلاٹ سازی کے لئے غرض نہیں رکھی بس اپنے والد کالے خان کی زمین اور ان کے چھوڑے ہوئے گھر پر زندگی گزار دی۔ آپ بیوی بچوں کے ہوتے ہوئے بھی طارق الدنیا تھے۔ ساری زندگی درویشی میں بسر کی۔ ان کے دل میں بس نبی پاک کی محبت اور اہل بیت کی محبت ہی سرایت کر چکی تھی۔ اس لئے انہیں اور کسی چیز سے سروکار نہیں تھا۔ آپ کی زندگی اللہ کے ذکر اور اس کے محبوب کے ذکر میں گزری۔ آپ کو غوث الاعظمؒ سے گہری محبت اور عقیدت تھی۔ اپنے والد ماجد کی طرح گیارہویں شریف دھوم دھام سے مناتے۔ ساری زندگی دین الٰہی کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں گزاری۔ آپ کے پاس جو حضرات آتے آپ انہیں رسول کریم کی سیرت یعنی سنت مبارکہ پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے۔ آپ کو اللہ نے چار بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ بڑا بیٹا بچپن میں ہی فوت ہوا۔ آپ کے بیٹے غلام جیلانی، صاحبزادہ جمیل اختر القریشی اور چھوٹے بیٹے غلام ربانی القریشی القادری بقید حیات ہیں۔ آپ نے اپنے چھوٹے بیٹے صاحبزادہ غلام ربانی القریشیؒ کو اپنی زندگی میں ہی اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا جو آجکل باپ کی گدی پر بیٹھ کر خدمت خلق اور دینی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

وصال پر ملال

آپ نے ۹۳ سال عمر پائی اور سات فروری ۲۰۰۷ء میں بروز جمعرات اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ کو گمٹی شریف کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ جنازے

میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں ملک بھر کی مقتدر شخصیات جن میں پیر صاحب چراہ شریف، پیر صاحب بھنگالی شریف، پیر سید عاصم شاہ گیلانی سیالکوٹ، پیر سید بخاری شاہ واہ کینٹ نیز پاکپتن شریف، ڈیرہ غازی خان، میانوالی، سرگودھا، پشاور، لاہور، گوجرانوالہ، راولپنڈی، اٹک، مری، مظفر آباد، سے ہزاروں لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ آپ کی نماز جنازہ پیر سید گل بادشاہ القادر الحسینی سجادہ نشین درگاہ غوثیہ قادریہ گوجر خان نے پڑھائی۔ حضرت صوفی غلام ربانی القریشی کا سالانہ عرس مبارک عین شریعت کے مطابق صاحب زادہ ارشد محمود القریشی القادری کی نگرانی میں ہر سال گمٹی شریف میں نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ صوفی باصفا صوفی غلام ربانی القریشی القادریؒ عالم باعمل اور بڑے بلند و ارفع مقام پر فائز سالک مجذوب فقیر تھے۔ آپ کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب جس میں آپ کی عادات و خوارق، مصروفیات اور دینی خدمات کا تفصیل سے احاطہ کیا گیا ان کے فرزند نیک اختر جناب صاحبزادہ ارشد محمود قریشی القادری نقشبندی تحریر فرما رہے ہیں۔ یہاں صرف اجمالی خاکہ بیان کیا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ



[illegible] محمود القریشی القادری اپنے والد حضرت غلام ربانی القریشی [illegible]



صاحبزادہ ارشد محمود القریشی القادری

آستانہ عالیہ گمٹی شریف مدظلہ العالی

پیدائش

آپ کی پیدائش مبارکہ یکم نومبر ۱۹۴۶ء میں ہوئی۔ آپ نے سپیدہ سحر طلوع ہونے سے قبل نماز فجر کی مبارک ساعت میں صوفی باصفا جناب غلام ربانی القریشی کے گھر آنکھ کھولی۔ صوفی غلام ربانی اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ ستر سال کی عمر میں آپ کے پیرومرشد کی دعا سے اور حضور غوث پاک کی مہربانی سے یہ بچہ پیدا ہوا تو ان کی امیدوں کا گلشن مہک اٹھا۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم موضع کوری ولال نزد گمٹی شریف حاصل کی۔ پرائمری کے بعد مڈل تک موضع بھاٹا ہائی سکول میں تعلیم پائی۔ پھر اپنے والد ماجد کی حیدرآباد تعیناتی کے دوران دارالعلوم کنگلی میں تعلیم حاصل کی مزید دینی علوم کے لئے جامعہ حنفیہ نعیمیہ میں الحافظ عبدالرزاق سے رجوع کیا اور مکمل اکتسابی عمل مکمل کیا۔ قاری عبدالرزاق سے ضلع ہرن پوری کے مدرسہ میں تقریباً ۲۵ کتب کا مطالعہ کیا۔ آپ کا میلان طبع تصوف تھا چنانچہ آپ نے فقیری لائن اختیار کی اور آباؤاجداد کے نقش قدم پر چل پڑے۔ آپ کی نسبت طریقت نقشبندیہ سلسلہ گھمکول شریف میں خواجہ خواجگان ولی کامل حضرت شاہ المعروف زندہ پیرؒ سے ہے اور سلسلہ قادریہ میں پیر طریقت رہبر شریعت الحاج الحافظ اور عظیم مبلغ اسلام اور عظیم صوفی حضرت پیر سید گل بادشاہ الحسینی القادری درگاہ عالیہ غوثیہ گوجر خان سے ہے۔ اس کے علاوہ صاحبزادہ حضرت مولانا فقیر مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ عالی سے خصوصی سے خلافت کا اعزاز آپ کو ملا۔ پیر سید مبارک شاہ گیلانی سجادہ نشین درگاہ عالیہ مڈیر سیداں شریف سیالکوٹ سے قادری سلسلہ خلافت اور پیر طریقت حضرت غلام محمد چشتی سے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں خلافت پائی۔ اس نسبت سے صاحبزادہ

ارشد محمود القریشی سلسلہ عالیہ قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ سہروردیہ اور اویسیہ سے اذن و اجازت حاصل کر چکے ہیں۔

خدمات

آپ کی خدمات بے پایاں ہیں۔ آپ کو اُردو پنجابی کے علاوہ پشتو، سندھی اور سرائیکی پر بھی عبور حاصل ہے۔ صاحبزادہ ارشد محمود القریشیؒ کا سلسلہ طریقت پاکستان کے کونے کونے کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی پھیلا ہوا ہے۔ آپ ہر سال گمٹی شریف میں سالانہ عظیم الشان میلاد مصطفیٰ کانفرنس کا اہتمام کرتے ہیں جس میں پاکستان بھر سے اور دیگر ممالک سے کثیر تعداد میں علماء و مشائخ شرکت کرتے ہیں۔ ہر ماہ تیسرے ہفتہ کو اتوار کے دن آستانہ عالیہ گمٹی شریف میں محفل میلاد شریف کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے جس میں علماء، ثنا خوان، اہل سادات، مشائخ اور عوام الناس شرکت فرماتے ہیں۔ آخر میں لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ ہر اتوار کو ملاقات بھی ہوتی ہے جس میں ملک بھر سے لوگ آستانہ عالیہ میں حاضری دیتے ہیں اور فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ صاحبزادہ ارشد محمود القریشی ہر بیماری کا علاج روحانی طور پر فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔ آپ نے عالمی روحانی تنظیم قاصدان اسلام کی بنیاد ۲۰۰۳ء میں رکھی جس میں ہر مکتبہ فکر کے لوگ شامل ہیں دیگر ممالک بھی تنظیم کے اراکین اسلامی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ تنظیم کے مقاصد میں صوفی ازم کا پرچار اور محبت و بھائی چارہ کے مضبوط رشتوں سے انسانیت کو مضبوط اور طاقتور بنانا ہے تا کہ روئے ارض سے نفرت و منافقت کو ختم کیا جا سکے اور دنیا میں امن و آشتی کی فضا کو فروغ دیا جا سکے۔ اس تنظیم کی کوششوں سے کئی غیر مسلمان مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پیر صاحب نے خود بھی اسلام کی تبلیغ کے لئے دور دراز علاقوں کے دورے کئے ہیں اور مندروں، چرچوں اور گردواروں میں ہندوؤں، عیسائیوں اور سکھوں کو دعوت اسلام دی۔ آپ نے نعتوں کا مجموعہ بھی صدائے بخشش کے عنوان سے ترتیب دیا ہے۔ اس نعتیہ مجموعے کو عوام اور خواص میں مقبولیت حاصل

ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی دیگر کتب صدائے حق، صدائے نماز، اور صدائے فقراء بھی زیر طبع ہیں اور بہت جلد منظر عام پر آ جائیں گی۔

حج مبارک کی سعادت

آپ ہر سال رمضان شریف میں مدینہ منورہ جاتے ہیں اور عمرے کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوتے ہیں۔ آپ کو کئی مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ ۱۹۹۲ء میں مدینہ شریف پہلی مرتبہ حاضری دی اور پھر یہ ان کا معمول بن گیا۔ رمضان شریف میں مدینہ پاک جا کر مسجد نبویؐ میں اعتکاف فرماتے ہیں۔ آپ مدینہ منورہ، جدہ، مکہ اور کئی شہروں کی زیارات کا شرف بھی حاصل کر چکے ہیں اور تمام تبرکات کو دیکھنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ آپ اولیاء اللہ کے آستانوں اور درگاہوں پر بھی اکثر حاضری دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ داتا دربار، گولڑہ شریف، پاک پتن شریف، بھنگالی شریف، گھمکول شریف، حجرہ شاہ مقیم اور کئی دیگر درباروں میں کئی بار حاضری دے چکے ہیں۔

اولاد

آپ صاحب اولاد ہیں۔ آپ کے سسر الحاج محمد امین قادری عالمی روحانی تنظیم قاصدان اسلام کے ناظم اعلیٰ بھی ہیں اور بیعت نسبت صاحبزادہ ارشد محمود سے رکھتے ہیں۔ ان کی بے پناہ دینی خدمات ہیں وہ صاحبزادہ کی سرپرستی کرتے ہیں اور تمام اجتماعات کی تنظیم اور انعقاد میں نمایاں رول ادا کرتے ہیں۔

ارشادات

آپ اکثر فرماتے ہیں کہ اللہ نے قرآن پاک میں انسانوں اور جنوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اٹھارہ ہزار جنس کو ان کی خدمت کے لئے پیدا کیا۔ آپ نماز کی پابندی پر زور دیتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت اور درود شریف کے ورد کو کثرت سے پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ نبی پاک کا عشق سینے میں سمو کر شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کو

ضروری قرار دیتے ہیں۔ اللہ کے ذکر اور قبر کی فکر ان کے نزدیک ہر مسلمان کو ہر وقت اور ہر لحظہ کرنا چاہیے۔ والدین کی خدمت کو شعار بنانا چاہیے اور غریبوں کی بڑھ چڑھ کر مدد کرنا چاہیے۔ آپ اہل سادات علماء کرام، حفاظ اور مشائخ کی خدمت اور احترام کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک پیر راسخ العقیدہ ہونا چاہیے، علم ربانی اور علم حقانی میں اسے مکمل دسترس ہو شریعت پر عمل پیرا ہو۔ خلیفہ مجاز ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیعت، صحابہ کرام اور اولیائے عظام سے محبت اور عقیدت رکھتا ہو اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وہ کسی قسم کا شک وشبہ رکھتا ہے تو اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں ہو سکتی۔ آپ کے نزدیک ان شرائط پر پورا اترنا پیر باصفا کے لئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مشن کو کامیاب کرے اور قوم کی راہنمائی کے لئے آپ کی عمر دراز فرمائے۔ (آمین)۔ اگرچہ آپ کو چاروں سلاسل میں اذن واجازت حاصل ہے لیکن آپ سلسلہ عالیہ قادریہ غوثیہ اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اسباق واذکار کی خصوصی تلقین فرماتے ہیں اور بیعت بھی اپنے والد صاحب کی نسبت سے اور غوث الاعظمؓ کی محبت خاص کی وجہ سے بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ میں ہی کرتے ہیں اور خلافت بھی قادریہ سلسلہ میں عطا کرتے ہیں ۔ صاحبزادہ ارشد محمود القریشی النقشبندی کا سلسلہ طریقت پاکستان کے کونے کونے کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی ہے جن میں امریکہ، انگلینڈ، انڈیا، بنگلہ دیش، سعودی عرب، ایران، عراق، اٹلی، جاپان، یونان، ملائیشیا، افغانستان، دوبئی کے علاوہ دیگر ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ ہر سال گنٹی شریف میں سالانہ عظیم الشان میلاد مصطفیٰ کانفرنس کے سلسلہ میں عظیم الشان عالمی اجتماع کا اہتمام فرماتے ہیں جن میں پاکستان بھر کے علاوہ دوسرے ممالک سے بھی کثیر تعداد میں علماء ومشائخ اور عوام الناس تشریف لاتے ہیں۔ عالمی سالانہ اجتماع کے علاوہ ہر ماہ انگریزی مہینے کے حساب سے تیسرے اتوار کو آستانہ عالیہ گنٹی شریف میں محفل میلاد شریف کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے جس میں علماء، ثنا خوان، سادات ومشائخ اور عوام

الناس کثیر تعداد میں شرکت فرماتے ہیں۔آخر میں لنگر کا انتظام بھی ہوتا ہے۔ ہر اتوار کوملاقات بھی ہوتی ہے جس میں ملک بھر سے لوگ آستانہ عالیہ حاضر ہو کر دم درود اور دعائیں کرواتے ہیں۔صاحبزادہ ارشد محمود القریشی القادری النقشبندی ہر بیماری کا علاج روحانی طور پر فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔صاحبزادہ ارشد محمود القریشی القادری کے زیر سرپرستی پاکستان کے ہر شہر کے علاوہ کشمیر،شمالی علاقہ جات اور وزیرستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی محفل میلاد شریف،محفل گیارھویں شریف،عرس مبارک کے علاوہ دیگر دینی و روحانی اجتماعات کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے جس میں آپ اپنے اسلاف کے مشن کے مطابق توحید و رسالت کا پرچار کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے تاکہ آپ کی تعلیمات سے زیادہ سے زیادہ لوگ فیضیاب ہو سکیں۔آپ کا کا پیغام محبت اس وقت وقت کی اہم ضرورت ہے کیونکہ امن،اتحاد اور عالمی بھائی چارہ ہی دنیا کو جنت نظیر بنا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو بار آور کرے اور ہمیں آپ کی تعلیمات سے بہرہ ور ہونے کی توفیق عنایت فرمائے (آمین) ان دنوں آپ کی علالت کی خبر سے تمام ملک میں آپ کے مداحوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے اور سب دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد صحت عطا فرمائے اور آپ کی زیر قیادت آپ کا مشن جاری و ساری رہے۔



مصنف اور حضرت پیر صاحبزادہ ارشد محمود القریشی گمٹی شریف کا گروپ فوٹو

حضرت حسّان العصر حافظ محمد مظہر الدینؒ

حضرت حسان العصر حافظ محمد مظہر الدین حضرت مولانا نواب الدین قدس سرہ کے فرزند ارجمند ہیں،ان کے والد ایک ولی کامل،ایک عارف باللہ،ایک عالم باعمل اور جذب و سلوک تصوف کے جید پیکر تھے۔ایک مرتبہ شیخ العرب والعجم مخدوم پاک علاؤالدین علی احمد صابر کلیری کے مزار کلیر شریف میں سالانہ عرس کے موقع پر متحدہ ہندوستان کے مشائخ اور عشاق تشریف فرما تھے۔شہباز چشت حضرت مولانا نواب الدین چشتیؒ تقریر کر رہے تھے۔ انوار الٰہیہ کی بارش قلب و روح کو معطر و منور کر رہی تھی کہ حضرت خواجہ خواجگان شاہ سراج الحق چشتی نے فرمایا کہ مولوی صاحب مانگئے کیا مانگتے ہیں؟ حضرت نے عرض کیا حضور دو کامل ولی بیٹے مانگتا ہوں۔اس پر حضرت خواجہؒ نے آپ کو دو کامل بیٹوں کی نوید دی۔ چنانچہ شیخ السلام مولانا نواب الدین چشتی کے ہاں حضرت حسان العصر حافظ محمد مظہر الدینؒ اور پھر حضرت خواجہ غلام ربانی چشتی صابری پیدا ہوئے۔

خدائے کریم نے حافظ صاحب کے قلب و نگاہ کی تربیت کا بہترین بندوبست کیا۔انہیں کسی درسگاہ کی ضرورت نہیں تھی۔کسی کی انگلی پکڑنے کی حاجت نہیں تھی کیونکہ ان کے والد ماجد حضرت مولانا نواب الدین ڈاحب شکوئی سلسلہ چشتیہ کے ایک نامور بزرگ،جید عالم دین اور شعلہ نوا خطیب تھے جن کے ارادت مندوں کی تعداد ان گنت تھی۔آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ ان کی رفاقت اور صحبت میں گذرا ۔ بلاشبہ آپ کے والد گرامی ہی آپ کے بے مثل استاد اور معلم تھے۔حافظ صاحب عارف کامل حضرت خواجہ سراج الحق صاحب کرنالوی سے بیعت یافتہ تھے اور برسوں ان کے فیوض سے متمتع ہوتے رہے۔مولانا عاشق رسول تھے۔محفلوں کی زیب و زینت تھے۔تبلیغ دین اور حضور نبی کریم ﷺ کے لئے سجائی گئی محفلان میلاد میں حافظ مظہر اپنے والد کے ہم رکاب ہوتے۔حافظ صاحب سفر و حضر میں اپنے والد بزرگوار سے مدتوں درس عشق

رسول لیتے رہے اور پھر وہ خود دنیا کی نظر میں ایک بے مثل عالم دین بن کر ابھرے۔ اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے ان کا سینہ بھی اللہ کے پاک کلام سے سے دمک اٹھا۔ تحریر وتقریر میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ وہ نظم ونثر کے میدان کے شہسوار تھے۔ اپنے والد کی طرح ان کے دل میں بھی عشق رسول کی شمع ایسی جلی کہ وہ ایک منفرد نعتیہ شاعر بن گئے جن کی نعتیں سن کر لوگ جھوم جھوم جاتے۔ وہ خود اس عطیہ کو نگاہ رسول کریم ﷺ کا فیضان خیال کرتے تھے۔

مظہر کے دل پہ نعت کا دن رات یہ نزول
فیضان ہے نگاہ رسول کریم کا

آپ کے نعتیہ مجموعے باب جبریل، جلوہ گاہ اور تجلیات ان کے فرزند میاں اویس نے شائع کروائے۔ راولپنڈی میں ان کی رہائش بنی تھانہ کے بالمقابل تھی۔ وہ ایک چھوٹے سے مکان میں رہائش پذیر تھے۔ میں بچپن ہی سے حافظ صاحب کا فین تھا۔ ان کے بیٹے سہیل مظہر میرے گہرے دوست تھے روزنامہ تعمیر اور نوائے وقت سے کافی عرصہ وابستہ رہے لیکن سچ پوچھیے تو سہیل سے مراسم بھی حافظ صاحب کی وجہ سے مضبوط ہوئے۔ حافظ مظہر الدین صاحب شاعر بھی تھے ادیب بھی، عالم بھی اور عامل بھی ایک صفت ان سب صلاحیتوں پر بھاری تھی کہ وہ عاشق رسول تھے اور ان کے نعتیہ اشعار اس محبت اور عشق مصطفوی کے عکاس تھے۔ وفات کے ایک سال بعد جب آپ کو چھتر شریف شاہراہ مری پر دفنانے کے لئے نکالا گیا تو اس عشق کی لطافتوں کا اثر نظر آیا اور سب نے دیکھا کہ مٹی کی کثافتیں آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں

تیرے فیضان محبت ، تیرے اکرام کے بعد
اور اللہ سے کیا مانگوں اس انعام کے بعد

چند نعتیہ اشعار مزید ملاحظہ کیجئے اور حافظ صاحب کو نذرانۂ عقیدت پیش کیجئے

بنے ہیں دونوں جہاں شاہ دوسرا کے لئے
سجی ہے محفل کونین مصطفےٰ کے لئے

جب لیا نام نبی میں نے دعا سے پہلے
مری آواز وہاں پہنچی صبا سے پہلے

ہمیشہ مدحت خیر الانام میں گذرے
دعا ہے عمر درود و سلام میں گذرے

جس دل میں جلوہ گر ہے محبت حضور کی
اس دل پہ لاکھ بار ہو رحمت حضور کی

یاد محبوب ہے اور عالم تنہائی ہے
اب تو خلوت میں بھی کیا انجمن آرائی ہے

جب تک بدن میں جان ، دہن میں زباں رہے
لب پر ثنائے خواجۂ کون و مکاں رہے

جس جگہ احمد مختار کا نام آتا ہے
وہیں جبریل امیں لے کے سلام آتا ہے



چھتر میں لسان العصر حضرت حافظ مظہر الدین کا مزار شریف

حضرت سید صابر شاہ قدس سرہ

پیدائش

حضرت صاحبزادہ جناب سید صابر شاہؒ کی ولادت باسعادت ۲۰ ستمبر ۱۹۱۷ء کو جنڈ مہلو میں ہوئی جو گوجرخان کے مشہور و معروف روحانی قصبہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ آپ کے والد گرامی صاحبزادہ پیر غلام نبی شاہؒ حضرت دیوان حضوری کی اولاد میں سے تھے۔ شب بیدار صوفی بزرگ تھے۔ زہد و عبادت اور تزکیہ نفس میں بے مثال تھے۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم جنڈ مہلو میں حاصل کی اس کے بعد مسہ کسوال چلے گئے اور وہاں مزید تعلیم حاصل کی۔ آپ کو دینی تعلیم خود آپ کے والد پیر غلام نبیؒ نے دی جن کے صوفیانہ رنگ نے آپ کو متاثر کیا تھا چنانچہ آپ بھی دنیاداری سے کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ ہر وقت گوشہ نشین رہتے اور یاد الٰہی میں مصروف رہتے۔ اولیاء اللہ کی مجالس میں بیٹھنا انہیں بے حد پسند تھا اس لئے ان سے فیض حاصل کرنے کے لئے ان کی خدمت میں باقاعدگی سے حاضری دیتے۔ آپ کلیام شریف، شاہ چن چراغ، عبداللہ شاہ بیابائی اور حضرت بابا لعل شاہ قلندرؒ کی قدم بوسی کے لئے اکثر جاتے رہتے۔ ۱۹۳۷ء میں آپ کے بھائی پیر رحمت شاہؒ کلیام شریف میں مولوی عبدالستار خلیفہ خواجہ فضل الدین کلیامیؒ کی خدمت میں بیعت کی غرض سے گئے تو انہوں نے آپ کو جنڈ مہلو میں غوثیہ لنگر جاری کرنے کی ہدایت کی لیکن آپ نے یہ کہہ کر معذوری کا اظہار کر دیا کہ لنگر کا انتظام کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی شخص نہیں لیکن مولوی صاحب نے کہا کہ فکر نہ کرو تمہارا بھائی لنگر کا انتظام کرلے گا۔ چنانچہ یہ لنگر جنڈ مہلو میں شروع ہوا اور اب تک جاری ہے وہاں ہر جمعرات کو بعد نماز ظہر ختم قادریہ ہوتا ہے۔



لسان العصر حضرت حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار



حضرت پیر صوفی محمد سبطین شاہ جہانی اور حضرت پیرزبیر مظہر الدین عرس کے موقع پر



دربار عالیہ حضرت حافظ مظہر الدینؒ



حضرت پیر صابر شاہ قادریؒ کا مزار مبارک



دربار عالیہ حضرت مولوی فضل دین قادری قلندری وصلہ شریف



سجادہ نشین حضرت سید صابر شاہ قادری صاحبزادہ
جناب سید ظفر شاہ صاحب قادری چشتی صابری پروچ شریف

نقل مکانی اور پروچ شریف آمد

آپ نے ۲۶ نومبر ۱۹۶۲ء میں اپنے بڑے بھائی پیر رحمت شاہؒ کے حکم کی تعمیل کی اور پروچ تشریف لائے۔ اس وقت یہاں بہت کم آبادی تھی۔ آپ نے وہاں اپنے ایک عقیدتمند چوہدری غلام سرور مرحوم ساکن موہڑہ فیروزاں کے ہاں قیام کیا۔ چوہدری صاحب نے اس پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی پانچ کنال اراضی آپ کے آستانہ عالیہ اور لنگر کے اجراء کے لئے پیش کر دی۔ اس جگہ قیام کے بعد اس نو آباد قصبے کو پروچ شریف کا نام دیا گیا۔ پروچ کا یہ قصبہ آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے دن بدن ترقی کرتا چلا گیا اور یہاں لوگ دور دور سے آ کر آباد ہونے لگے۔ یہاں پانی کی شدید قلت تھی۔ آپ نے بابا لعل شاہ قلندر سے دعا کے لئے کہا تو باباجی نے فرمایا کہ صابرا یہ جگہ شہر تھیوسی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اب قصبہ شہر کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جہاں بجلی گیس اور ہر طرح کی سہولت موجود ہے اور یہ سب کچھ حضرت صابر شاہ کے بابرکت قدموں کے طفیل ہے۔

انتقال پُر ملال

حضرت پیر صابر شاہؒ متوکل انسان تھے خدمت دین کے لئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ کاشتکاری اور مرغ بانی سے روزگار زندگی پورا کرتے۔ کوئی طمع و لالچ نہیں تھی ان کی زندگی سادگی کا نمونہ تھی۔ دن رات عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔ موت سے ان کی رغبت اس قدر تھی کہ اپنا دربار اور تابوت خود بنوایا آخر آپ ۲۲ صفر ۱۳۹۹ھ بمطابق ۲۲ جنوری ۱۹۷۹ء کو اپنے رب ایزدی سے جا ملے۔ آپ کا جسد مبارک آپ کے تیار کردہ صندوق میں رکھ کر لحد میں اتارا گیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق بعد نماز جنازہ بینڈ بھی بجایا گیا۔ سچ ہے عشاق کے رنگ ڈھنگ اور طور طریقے بھی نرالے ہوتے ہیں۔

اولاد

آپ کے تین بیٹے ہیں جن میں ظفر محمود شاہ صاحب اس وقت سجادہ نشین ہیں۔

دوسرے بیٹے حبیب شاہ ظفر اور تیسرے نوید شاہ ظفر ہیں۔ جناب ظفر شاہ اس وقت اپنے والد نامدار کے دربار کو رونق بخشے ہوئے ہیں اور اپنے فرائض منصبی نہایت تندہی سے نبھا رہے ہیں۔

منقبت

جے تو کرناں اللہ اللہ ۔ لے صابر تھیں عشق مصلا
فیر توں کر نیت نماز پڑھن دی ۔ اللہ کرسی نظر کرم دی

ہوسن دم دم قرب نظارے
صابر شاہ نے پیر پیارے
بہہ جا اوسدے پاک دوارے





حضرت پیر صوفی محمد [illegible] شاہ جہانی مدظلہ العالی اور حضرت حافظ مظہر الدین کے ساتھ [illegible]

وصلہ شریف کے بزرگان دین

پیر مہر علی شاہ بانبریاں والے

وصلہ شریف کے بارے میں اپنے منظوم قصے، قصہ بہرام شاہ میں وصلہ شریف کے بارے میں ایک شاعر نے یوں تعارف پیش کیا ہے۔

جگہ ٹھکانہ میں عاجز دا وصلے اندر بھائی
ملک اندر پوٹھوہار سدیندے اسنوں سب لوکائی
مندرے اسٹیشن تھیں ترے کوہ چڑھدی طرف پچھانو
پاک مزار مقدس اعلیٰ وصلے اندر جانو
چوی جیٹھوں میلاد ہوندا رونق عجب نرالی
بخشش پیر مہر شاہ جو ہے سیداں دی درکالی

پیر مہر علی شاہؒ اسی درکالی سیداں تحصیل گوجر خاں میں تقریباً اڑھائی سو برس قبل پیدا ہوئے۔ آپ حسنی حسینی سید گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ عالم بے مثال تھے اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ان کے حالات زندگی کے بارے میں زیادہ تفصیل موجود نہیں لیکن ان کی کرامات کا تذکرہ اب بھی زبان زد عام ہے۔

کرامات

روایت ہے کہ درکالی سیداں کی ایک خاتون کو سید مہر علی شاہ سے گہری عقیدت تھی اور وہ اپنی بھینسوں کا دودھ اور دودھ سے بنائی ہوئی اشیاء مکھن اور دڑے آپ کی خدمت میں پیش کیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ شدید طغیانی اور تیز بارشوں کے باعث ندی نالوں میں طغیانی آ گئی۔ طغیانی کے باعث خاتون کی بھینسیں ڈوبنے لگیں تو اس نے پیر مہر علی شاہ کو مدد کے لئے پکارا۔ مولوی فیروز دین نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے۔

شاہ ایہہ میہاں رڑدیاں جانیاں جے اج نہ کنڈے لائیاں
آن کلیجے ٹوٹے کرساں تیرا وانگ قصایاں

مریدنی کی یہ پکار مہر علی شاہ کے کانوں تک کیسے نہ پہنچتی۔ آپ کے اندر اچانک اضمحلال پیدا ہوا چالیں سست پڑ گئیں۔ اس بات کو ساتھیوں نے بھی نوٹ کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا دھیان کسی اور طرف تھا۔ جلد ہی طوفان تھم گیا۔ حضرت نے اپنے بازو آستینوں سے اوپر کئے تو مصاحبین حیران و پریشان رہ گئے کیونکہ آپ کے بازو اور کہنیاں خون میں لت پت تھیں۔ آپ نے معذرت کی اور بھینسوں کے طوفان میں بہہ نکلنے اور انہیں بچانے کا ماجرا سنایا۔ آپ نے کہا شکر ہے کہ میں بھینسوں کو بچانے میں کامیاب ہو گیا ورنہ میری عقیدت مند مجھے کبھی معاف نہ کرتی۔ آپ کا زخمی ہونا اس بات کا ثبوت تھا کہ واقعی آپ موقع پر موجود تھے اور اس طوفانی لہروں اور خاردار جھاڑیوں سے لڑتے ہوئے شدید زخمی ہو گئے۔ اولیاء کرام کی کرامات شاید بعض لوگوں کے لئے قرین قیاس نہ ہوں لیکن سورہ نمل میں ایسا ہی واقعہ ان لوگوں کے اعتراضات کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے۔ جہاں آصف برخیا جو دربار سلیمانی میں موجود تھے، پلک جھپکتے ہی ملکہ سباء کا تخت اٹھا لائے تھے۔ اولیاء اللہ کے لئے یہ بعید نہیں کہ وہ بیک وقت کئی مقامات پر موجود ہوں اور محیّر العقول واقعات ہمیں دیکھنے میں ملیں۔ اگر سائنس دان آج کے دور میں حیران کن کمال دکھا کر ہمیں حیرت زدہ کر سکتا ہے تو ایک ولی کے کمال دیکھ کر ہم کیوں اعتراض کرتے ہیں بہر حال یہ زندہ حقیقت ہے اور وصلہ کے بزرگ اس حکایت کے راوی ہیں اور کہتے ہیں کہ زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھنا چاہیے واللہ عالم بالصواب۔

حضرت مولانا غلام حیدرؒ

آپ موضع ماندرہ کے رہنے والے ایک جید غلام تھے اور پیر مہر علی شاہ کی فرمائش پر وصلہ میں تشریف لائے۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے مریدوں کا ایک وسیع حلقہ تھا۔ آپ کو بے شمار خطوط ایران، افغانستان اور عراق کے علاوہ متعدد دیگر ممالک سے آتے تھے اور وہ ان مخلص

مریدوں کے جواب دینے سے قاصر تھے۔ آپ نے مولانا حیدر کی علمی ذکاوت اور قابلیت کے پیش نظر ان کی خدمات حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ مولانا حیدر علی سے انکار نہ ہو سکا اور وہ اپنے پیر و مرشد کی ہدایت پر اپنا آبائی وطن چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے مولانا کے لئے وصلہ بنگیال میں ایک حویلی تعمیر کرائی تا کہ وہ وہاں رہائش رکھ سکیں۔ مولانا غلام حیدر نے وصلہ میں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ آپ نے وصلہ میں ایک درسگاہ قائم کی اور بچوں کے لئے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور سینکڑوں بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ مولانا حیدر علی ایک بلند پایہ عالم تھے اور انہیں کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ وہ صاحب کرامات بزرگ تھے۔

حضرت فقیر فضل الدینؒ

آپ حضرت مولانا غلام حیدرؒ کے بیٹے تھے۔ فقر و مستی اور زہد و تقویٰ میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ اس لئے انہیں فقیر کا لقب ملا۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ مولوی صاحب مدرسہ میں قرآن پاک ناظرہ پڑھنے کے بعد موضع بھاگیور گوجر خان میں داخل ہوئے اور مولوی عبدالرحمٰن سے فقہ، حدیث، تفسیر اور اسلامی تعلیمات کے علوم میں تعلیم حاصل کی۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ فجر کی نماز وصلہ شریف کی مسجد میں ادا کرتے۔ آپ کی والدہ آپ کے لئے اور آپ کے استاد محترم کے لئے کھانا بنا کر دیتیں اور آپ موضع ماہندر اور موضع منقہ سے ہوتے ہوئے بھاگیور پہنچ کر اپنے درس میں شریک ہو جاتے۔ آپ نے پانچ سال تک مولوی عبدالرحمٰن سے فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی اور پھر آپ کو استاد محترم نے گجرات کے قصبہ نوشہرہ میں چھپاری سلسلہ کے روحانی پیشوا پیر نواب علی کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ آپ اپنی نئی منزل کی طرف

روانہ ہوئے۔ نوشہرہ بچیاری پیر کے دربار میں پہنچے تو پیر صاحب لوگوں سے بیعت لینے میں مصروف تھے۔ پیر نواب علیؒ کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنے مرید کا ہاتھ تھام کر اسے شش کلمہ اور صفات ایمانی کا ورد کراتے اور نماز اور روزے رکھنے کی ہدایت فرماتے۔ آپ بھی قطار میں کھڑے ہو کر اپنی باری کا انتظار کرنے لگے۔ آپ کو دیکھتے ہی پیر صاحب نے آپ کو سینے سے لگا لیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ جا آج تجھے وہ سب کچھ دے دیا جو میں نے پایا تھا۔ آپ کو پیر صاحب نے وظیفہ بھی بتایا اور نماز فجر سے پہلے چالیس بزرگان دین کے مزاروں پر حاضری کا فرمان جاری کیا۔
آپ گھر لوٹے تو آپ کے والد نے آپ کو پہننے کے لئے ایک جبہ دیا۔ آپ روزانہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد اسے زیب تن کرتے اور برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے صبح تک چالیس اولیائے عظام کے مزاروں پر حاضری کا وظیفہ پورا کرتے۔ آپ رات بھر وصلہ شریف سے دینہ کا سفر مکمل کرتے اور آخری حاضری حضرت پیر شاہ غازی دمڑی والی سرکار کے روضہ پر انوار دیتے۔ ایک لمبے عرصہ تک آپ یہ وظیفہ باقاعدگی سے ادا کرتے رہے جس سے آپ کی ریڑھ کی ہڈی میں درد ہونا شروع ہو گیا۔ تناؤ کے باعث آپ کے لئے نماز میں سجدہ اور رکوع کرنا مشکل ہو گیا۔ آپ کو پیر نواب علی نے شاباش دی آپ کی ہمت کی داد دی اور آپ کو فقیر کا لقب عطا کیا۔ اس کے بعد آپ کو شیخ المشائخ حضرت اخوندزادہؒ کی خدمت میں ہرات جانے کا حکم ملا۔ اسی روز آپ کو پیر مہر علی شاہ کی رحلت کی خبر ملی۔ آپ نے وصلہ شریف میں ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور ہرات روانہ ہو گئے اور دشوار ترین سفر کرنے کے بعد اخوندزادہ کے سامنے تعظیم بجالانے کے لئے جھکے تو ان کی ریڑھ کا تناؤ ختم ہو گیا۔ اخوندزادہ نے آپ پر دست شفقت پھیرا اور آرام کرنے کے لئے کہا۔ آپ حجرہ شریف میں ایک طرف دراز ہو گئے اور کافی دیر تک سوتے رہے۔ جب بیدار ہوئے تو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حکم ہوا کہ جاؤ اپنے مرشد کی خدمت میں جاؤ کیونکہ وہیں آپ کا حصہ محفوظ ہے۔ واپسی میں روات پہنچنے پر آپ کو اپنے والد کی رحلت کی خبر ملی۔ آپ غم سے نڈھال ہو گئے لیکن اس کے باوجود پہلے مرشد

کے قدموں میں نوشہرہ حاضری دی۔ آپ کو جبہ عطا ہوا اور دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ اور واپس گاؤں جانے اور خلق خدا کی خدمت کا حکم ملا۔ آپ واپس اپنے گاؤں وصلہ پہنچے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ صبح و شام پیر مہر علی شاہؒ اور اپنے والد حضرت غلام حیدرؒ کے مزاروں پر حاضری دیتے اور گھنٹوں تلاوت کرتے۔ آپ کو کچھ لوگوں نے غلط سمجھا۔ ان کا خیال تھا کہ آپ سب کچھ سجادہ نشینی کے لئے کر رہے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ معاملہ یہاں تک بڑھا کہ ایک مرتبہ درکالی سیداں کی ندی کے قریب نوجوانوں نے آپ کا پیچھا کیا اور آپ کا تمسخر اڑانے لگے۔ سجادہ نشینی کی خوشی میں منہ میٹھا کرنے کو کہا۔ آپ نے کہا کہ یہاں کونسی مٹھائی کی دوکان ہے۔ یہاں تو ہر طرف ریت ہی ریت ہے۔ نوجوان کہنے لگے کہ اگر تم فقیر ہو تو ریت کو شکر بنا دو ہم کھا لیں گے۔ جب ان کی ضد حد سے بڑھ گئی تو آپ نے انہیں ریت کی ڈھیریاں بنانے کو کہا اور خود ایک چٹان پر بیٹھ کر آپ نے ختم غوثیہ پڑھنا شروع کیا۔ سورہ حشر کا آخری رکوع، چہار قل اور سورہ بقرہ کا پہلا رکوع اور درود و سلام کے بعد آپ نے ان ریت کی ڈھیریوں پر دم کیا۔ نوجوانوں کی حیرت کی حد نہ رہی جب یہ ریت شکر قند میں تبدیل ہو گئی۔ لوگ یہ ڈھیریاں سمیٹ کر اپنے گھروں کو لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شکر اتنی میٹھی تھی کہ جن لوگوں نے کھائی وہ طویل عرصہ تک نمک کے ذائقہ کو ترس گئے تھے۔

خدمات

آپ ایک عرصہ تک تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں آنے لگے اور آپ سے فیض حاصل کرنے لگے۔ آپ کے عقیدت مندوں کا حلقہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ دور دور سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے۔ آپ لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کرتے۔ آپ شب و روز عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔ شب بیداریوں نے آپ کی صحت پر گہرا اثر کیا اور آپ روز بروز کمزور ہوتے چلے گئے لیکن اس کے باوجود آپ یاد الٰہی سے غافل نہ ہوئے۔

وفات۔

آخر کار یہ درخشاں آفتاب بروز سوموار ۴ جون ۱۸۸۵ھ بمطابق ۲۴ جیٹھ ۱۹۴۱ء کو غروب ہوگیا۔ آپ کی تدفین موضع وصلہ شریف میں کی گئی۔ اس جگہ پر آپ کے مریدوں نے مغلیہ طرز کا ایک شاندار مقبرہ تعمیر کیا جہاں ہر سال ۲۴ جیٹھ کو عرس پاک منعقد کیا جاتا ہے۔ آپ کے عرس پر زائرین کی ایک بڑی تعداد شرکت کرتی ہے اور سجادہ نشین مولوی غلام مرسلین مدظلہ علیہ کی زیرصدارت سیرت نبویؐ اور اولیائے عظام کی زندگیوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور ساتھ ہی محفل سماع منعقد کی جاتی ہے اور نعت خوانی کی محفل سجائی جاتی ہے۔ آپ کی کرامات کا شہرہ عام ہے لوگ آپ کی درگاہ پر حاضری دیتے ہیں اور آپ کے درجات کی بلندی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

حضرت میاں کمال الدینؒ

حضرت فقیر فضل الدین ساری زندگی مجرد رہے اور ساری زندگی فقر و مستی اور عبادت و ریاضت میں گزار دی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بھائی میاں کمال الدینؒ کو درگاہ عالیہ کا سجادہ نشین بنا دیا گیا۔ آپ نے اپنے بھائی کے مشن کو جاری رکھا۔ آپ وصلہ شریف کی مسجد میں امامت بھی کراتے رہے۔ آپ اسلامی تعلیمات کی تبلیغ میں شب و روز مصروف رہے۔ لوگ دنیاوی اور دینوی کاموں میں آپ سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔ آپ کا دور سجادہ نشین زیادہ عرصہ نہ رہا۔ زیادہ عبادت و ریاضت کی وجہ سے آپ کو سنگ ریزی کا مرض لاحق ہوگیا اور آپ مارچ ۱۹۲۲ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کی تدفین روضہ عالیہ وصلہ شریف کی مشرقی دیوار کے ساتھ کی گئی۔ یہاں آپ کی تربت پر انوار ایک بلند چبوترے کی شکل میں موجود ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔

مولوی عبدالکریمؒ

حضرت میاں کمال الدین کی رحلت کے بعد آپ کے بیٹے مولوی عبدالکریم سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ پچپن سال سجادہ نشین رہے۔ ساری زندگی عبادت و ریاضت میں گزار دی۔ کوئی لمحہ ایسا نہ تھا کہ آپ یاد الٰہی سے غافل رہے ہوں۔ آپ نابینا تھے مگر کسی کو یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ آپ بینائی سے محروم ہیں۔ آپ معمولات زندگی بغیر کسی مدد کے گزار دیتے تھے۔ آپ طبعاً نرم مزاج تھے۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ بچوں سے بڑا پیار کرتے۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے اپنے بھائیوں کے بچوں کو اپنی اولاد کی طرح پالا اور انہیں کوئی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ آپ نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مولوی غلام مرسلین اپنے تایا مرحوم کی طرح نابینا ہیں لیکن دل کی روشنی سے سرشار ہیں۔ آپ ایک شعلہ بیاں مقرر بھی ہیں۔ مولوی عبدالکریمؒ نے ذکر کرتے کرتے اپنے قلب کو روشن کر دیا تھا۔ بعض اوقات آپ خاموش بھی ہوتے لیکن آپ کا قلب ذکر الٰہی میں مصروف رہتا۔ حتیٰ کہ حالت نزع میں آپ کا ذکر جاری تھا۔ جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تب بھی آپ کا قلب ذکر الٰہی اللہ ہو۔۔۔ اللہ ہو میں مصروف تھا۔ آپ کے اس ذکر کو ریکارڈ کر لیا گیا تھا اور یہ ریکارڈ آج بھی وصلہ شریف میں موجود ہے۔ آپ کا وصال بروز اتوار ۱۰ اپریل ۱۹۷۷ء بمطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ کو ہوا۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ
کہ برقول ایماں کنی خاتمہ



پیر مولوی فقیر فضل الدین کی آخری آرام گاہ

حضرت سخی سید شاہ مزمل ؒ

سرتاج الاولیاء حضرت سخی شاہ مزمل ؒ کا تعلق موضع سید کسراں کے سادات گھرانے سے تھا۔ آپ کے والد سید شاہ محمد حسینی المشہدیؒ کا شمار اکابرین شخصیات میں ہوتا ہے۔ مغلیہ دور میں انہیں دیوان خطاب سے نوازا گیا۔ آپ درویش صفت اور منکسر المزاج طبیعت کے مالک تھے۔ دنیاوی اور دینوی امور میں دسترس رکھتے تھے اور دور دور تک اُن کا حلقہ اثر موجود تھا۔ حضرت سید شاہ محمد حسینی المشہدیؒ چار باسعادت فرزندان باصفا کے باپ تھے جن میں حضرت شاہ مزمل ؒ کو ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ خداوند تعالیٰ نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ حافظ قرآن تھے اور روحانی فیوض کی دولت سے مالا مال جس کی نظیر سے چشم انسانی شاذ و نادر ہی روشناس ہوتی ہے۔ علم معرفت پر ان کی تحریر کردہ کتاب اظہار حق اس کا بین ثبوت ہے۔

آپ کی دینی تعلیم میں آپ کے والد سید شاہ محمد حسینی نے خصوصی دلچسپی لی اور آپ کو علم و فضل کا خزینہ عطا کیا جس سے وہ ساری زندگی اپنے پیروکاروں کو مستفید کرتے رہے۔ اکبر اعظم نے دین میں تحریف کی مذموم کوشش کی تو آپ نے اس نئے دین الہٰی کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس دین میں بادشاہ کو سجدہ کرنے کا حکم تھا لیکن آپ نے خدائے مطلق کے سوا اپنا سر کسی حاکم کے آگے نہ پہلے جھکایا تھا نہ اب وہ اس مشرکانہ حکم کو ماننے کو تیار تھے۔ آپ نے اس سعی ناپاک کی بھرپور مخالفت کی اور لوگوں کو حق کے راستے پر چلنے کی ہدایت کی۔ آپ کی راہنمائی نے لوگوں کو گمراہی اور ضلالت سے بچا لیا۔ آپ نے دین حق کی تبلیغ میں صعوبتیں اور سختیاں برداشت کیں لیکن اپنے مشن سے دستبردار نہیں ہوئے۔ اس کے لئے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی عالی شان حویلیوں اور لہلہاتے سرسبز و شاداب کھیتوں کو خیرباد کہا۔ مال و دولت پر لات ماری اور سید کسراں سے نکل کر برہنہ پا درویشوں کی طرح زندگی اختیار کر لی۔ انہیں نئی منزل کی تلاش تھی۔ آپ نے قریہ قریہ، کوچہ کوچہ خاک نوردی کی دنیا آپ کے پیچھے بھاگتی تھی اور آپ دنیا سے راہ فرار میں مصلحت سمجھتے تھے۔ آخرکار وہ گولڑہ کے قریب چھنگ جنگل میں پہنچے



دربار عالیہ حضرت سیدن شاہ شیرازیؒ



قدیم ترین جامع مسجد کری کا اندرونی منظر



جامع مسجد کری پاکستان کی قدیم ترین مسجد

اور یہ جنگل انہیں اس قدر پسند آیا کہ وہیں مستقل ڈیرا جما لیا۔ جھنگ میں اُس وقت درندوں کا بسیرا تھا۔ گھنے درختوں کے سائے ہر طرف منڈلا رہے تھے جس کی وجہ سے اس جنگل میں اندھیری رات کا سا سماں تھا اور دن میں بھی یہاں روشنی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ہر وقت ہو کا عالم طاری رہتا تھا۔ لیکن اس سید زادے کو یہ ویرانہ ہی اچھا لگا۔ سچ ہے درویشوں کے انداز ہی نرالے ہوتے ہیں۔

آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے یہ جنگل بھی منگل بن گیا۔ خونخوار درندے اور زہریلے سانپ، بچھو اس مردِ خدا کو کیا اذیت دے سکتے تھے۔ چپکے سے وہ اس جنگل سے کنارا کش ہو گئے تاکہ یہ صوفی بزرگ بے خوف و خطر خدا کی عبادت و ریاضت میں لگا رہے۔ آپ کی آمد کی خبر لوگوں تک پہنچی تو لوگ جوق در جوق آپ سے نیاز حاصل کرنے آپ کی خدمت میں حاضری دینے لگے اور دینی تعلیم اور آپ کے زریں اقوال سے اپنے سینوں کو منور کرنے لگے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایک گاؤں آباد ہو گیا جو اہل سادات کی نسبت سے بھیکہ سیداں کے نام سے مشہور رہے۔ حضرت شاہ مزمل کا آستانہ مرجع خلائق بن گیا۔ پریشان حال لوگ اس آستانے پر حاضر ہوتے اور گوہر مراد پا کر شاداں اپنے گھروں کو لوٹتے۔ آپ رو رو کر اُن کے لئے اللہ تعالٰی کے حضور دعائیں کرتے کیونکہ لوگوں کے مصائب اور دکھوں کی داستانیں سن کر آپ دل گرفتہ ہو جاتے تھے۔ آپ کی دعائیں مستجاب ہوتیں۔ حضرت شاہ مزملؒ جود و سخا میں بے مثال تھے۔ اس لئے لوگ انہیں سخی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آپ غریبوں اور ناداروں کی مالی مدد کرتے۔ آج بھی لوگ اُن کے آستانے سے خالی ہاتھ نہیں جاتے اور اللہ اُن کی وساطت سے اُن کی نیک حاجات پوری کرتے ہیں۔ ہزاروں سال گذرنے کے باوجود لوگوں کا ایک جم غفیر آپ کے روضہ مبارک پر جمع رہتا ہے اور آپ کے فیض سے مستفید ہوتا ہے۔



حضرت عبدالرشید صاحب اپنے جد امجد حضرت شاہ ناصر الدینؒ کے مزار پر



جناب بلال رشید لندن کے ایک ٹیلی ویژن مذاکرے میں شریک ہیں



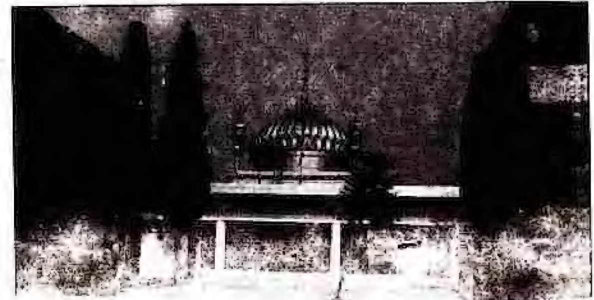
حضرت باباجی سرکار الحاج والغفران دھنکہ شریف

حضرت شاہ مزلؒ کے نزدیک دنیا نقش بر آب ہے اور زندگی خزاں کا لڑکھڑاتا ہوا ایک خشک پتا ہے جسے کسی وقت ہوا کا ایک جھونکا کہیں سے کہیں پھینک سکتا ہے اس لئے انسان کو چاہیے کہ وہ خدا کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو۔ آپ نے بھی اپنی ساری زندگی عبادت و ریاضت میں گذار دی۔

فیض کا چشمہ

آپ فیض کا چشمہ تھے۔ اس چشمے سے امیر و غریب سبھی سیراب ہوئے۔ اورنگ زیب عالم گیر کا شمار بھی آپ کے عقیدتمندوں میں ہوتا ہے۔ آپ کا روضہ مبارک اورنگ زیب کے حکم پر تعمیر ہوا۔ روضہ مبارک سے ملحق شاہ باغ بھی اس دور میں مکمل ہوا جہاں ہر طرف سایہ دار اور پھل دار درخت لگائے گئے۔ ایک کنواں بھی کھدوایا گیا جس کے خنک اور شیریں پانی سے ہزاروں لوگ آج بھی اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ حضرت شاہؒ مزل سے عقیدت اور احترام کی بنا پر کوئی شخص چھنگ (جنگل) سے گھوڑے پر سوار ہو کر نہیں گزرتا تھا۔ لوگ اس بستی کو سخی کی بستی کے نام سے پکارتے ہیں۔ آج یہ علاقہ ایف الیون تھری سیکٹر میں شامل ہے۔ مزار اقدس کے سامنے والے چوک کا نام حضرت شاہ مزل سرکار کے اسم گرامی سے منسوب ہے۔ حضرت سخی شاہ مزل کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ اس لئے آپ کاظمی سادات کہلاتے ہیں۔ ان کی اولاد اس مشعل کو روشن رکھے ہوئے ہے جو حضرت سخی شاہ مزل نے چھنگ جنگل میں جلائی تھی۔

جبیں وقت پہ کندہ رہے گا نام تیرا
مٹا سکیں گے نہ ہم دل سے احترام تیرا



حضرت باوا سید محمد علی شاہ کاظمیؒ قدس سرہ العزیز

حضرت سخی شاہ مزل کاظمی کا احوال آپ پڑھ چکے ہیں آپ کے پوتے حضرت عالم شاہؒ کی اولاد میں سے حضرت سید فضل شاہ ایک برگزیدہ ہستی تھے۔ ان کی روحانی اور علمی میراث پر اہل سادات کو آج بھی ناز ہے۔ فضل شاہ کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ سید فتح علی شاہ اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ لیکن سید سلطان علی شاہؒ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔ سلطان علی شاہ کا اکلوتا بیٹا محمد علی شاہؒ خاندان بھر کی آنکھ کا تارا تھا۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ آپ کی تعلیم و تربیت میں سید سلطان علی شاہ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ سید محمد علی شاہ کاظمیؒ سینکڑوں کنال اراضی کے مالک تھے لیکن وہ مٹی کے بنے ہوئے تین کمروں پر مشتمل ایک معمولی گھروندے میں زندگی بسر کرتے رہے۔ وہ فقر و قناعت کو ہی اپنی زندگی کا اثاثہ سمجھتے تھے۔ علم و حلم میں یکتا، فروتنی و عاجزی کے پیکر، پیار و محبت کے اس دیوتا کا ہر کوئی گرویدہ تھا۔ مغلیہ سلطنت کے آخری تاجدار سراج الدین بہادر شاہ ظفر کا زمانہ طوائف الملوکی اور انتشار سے دوچار تھا۔ اس دور میں آپ جیسی ہستی نے لوگوں کو سکون کی دولت عطا کی اور صبر و رضا کا سبق دیا۔ آپ علم و فضل اور فقر و روحانیت کی یونیورسٹی کا درجہ رکھتے تھے۔ جہاں بڑے بڑے صاحب کشف فقیر آ کر اپنے سینوں کو علم و معرفت کے زیور سے مزین کرتے تھے۔ سید محمد علی شاہ کاظمیؒ کے گھر سے بھیکہ سیداں کے گاؤں کی ابتدا ہوتی ہے۔ آپ نے حضرت سید چراغ علی شاہ کاظمی قدس سرہ ابن حضرت احمد شاہ کاظمی کے ہاتھوں بیعت نیابت کی اور اس مست قلندر کی ایک نگاہ نے آپ کو فقر کی دنیا کا ایک درخشندہ آفتاب بنا دیا۔

ازدواجی زندگی

سید محمد علی شاہؒ ایک درویش صفت انسان تھے اس لئے زندگی کا کافی حصہ عالم تجرد میں گذارا۔ آپ کی ساری زندگی علم و معرفت کی تلاش میں گذری۔ آپ نے ہندوستان کے تمام اولیائے کرام کے مزاروں پر حاضری دی۔ کشمیر کے برفانی علاقوں کا دورہ کیا۔ کشمیر میں زیادہ تر وقت چلہ کشی اور مراقبوں میں بسر کیا۔ اس لئے اس فقیری حالت میں رب ایزدی کی محبت اور اس کے محبوب کی چاہت ہی ان کے دل کو مفتوں و مسخر کئے ہوئے تھی۔ شادی کا خیال کبھی نہیں آیا۔ آخر کار بہنوں کے اصرار پر ساٹھ سال کی عمر میں شادی کے لئے آمادہ ہوئے۔ ۱۸۹۰ء کی دہائی میں حضرت شاہ چن چراغ کے مزار اقدس کے سجادہ نشین محترم سید اکبر شاہ کی ہمشیرہ عصمت مآب سیدہ بی بی سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ ۱۸۹۶ء میں آپ کے گھر پہلے فرزند شاہ فضل کی ولادت ہوئی اور پانچ سال کے بعد دوسرے فرزند چن پیر شاہ تولد ہوئے۔ دو بیٹوں کو جنم دینے کے بعد آپ کی شریک حیات ۱۹۰۷ء میں دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ بچے ماتا کی محبت سے محروم ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد عزیز و اقارب کے بے حد اصرار پر سید محمد علی شاہؒ نے سید جواہر علی شاہ کی مطلقہ بیٹی عفت مآب سیدہ شمس خاتون سے عقد کیا۔ انہوں نے گھر کا سارا انتظام سنبھالا اور شاہ فضل شاہ اور چن پیر شاہ کو ماں کی محبت کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ سیدہ شمس کے بطن سے حیدر شاہ پیدا ہوئے لیکن یہ بیٹا دس سال کی عمر میں ہی دار فنا کو سدھارا۔ شمس خاتون کے بطن سے ایک بچی فاطمہ کے علاوہ ۱۹۲۴ء میں ایک خوبصورت فرزند لعل حسین شاہ نے جنم لیا۔ اس طرح یہ خاندان خوشیوں کا گہوارہ بن گیا۔ ۱۹۲۰ء کی دہائی میں آپ نے اپنے بیٹے شاہ فضل کی بارات سجائی اور سید امیر علی شاہ کی نیک سیرت اور خوبصورت بیٹی کو اپنی بہو بنا کر لائے۔ ۱۹۵۰ء میں آپ نے اپنے بیٹے چن شاہ کی شادی حکیم حافظ سید عنایت علی شاہ کی بیٹی سے کر دی۔ اس کے بعد رنج و محن کا دور شروع ہوا۔ آپ کی چاروں بہنیں باری باری آپ کا ساتھ چھوڑ گئیں۔ اس کے بعد آپ کی

زوجہ سیدہ شمس خاتون بھی خالق حقیقی سے جا ملیں۔ پھر فضل شاہ رخصت ہو گئے۔ اپنے جوان سال بیٹے کی موت پر سید محمد علی شاہؒ صبر و رضا کا پیکر بنے رہے۔ اس عرصے میں دو بھائی وڈا سائیں اور نکا سائیں آپ کی خدمت میں حاضر رہے اور سید محمد علی شاہ کی دلجوئی اور اطاعت میں لگے رہے۔

حلقہ ارادت

آپ کے حلقہ ارادت میں کئی عظیم ہستیاں شامل تھیں۔ نانگا سید عنایت شاہ کاغاں والے جاگیردار تھے۔ انہوں نے اپنی والدہ کے حکم پر کاغان سے قافلہ کی صورت میں کوچ کیا اور بھیکہ سیداں میں آ کر آپ کے ہاتھوں پر بیعت کر کے وہیں کے ہو رہے۔ انہوں نے آستانہ عالیہ کے سال بھر کے اخراجات کی ذمہ داری قبول کی اور ساری زندگی آپ کے آستانے پر گذار دی۔ آخری دنوں کراچی گئے اور وہیں رحلت فرما گئے۔ آپ کو منگا پیر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔ آپ کے ایک اور ارادتمند حضرت سید چھنن شاہ پنڈوریاں ہیں۔ حضرت شاہ عبداللطیف کاظمی بری امام سرکار کے عرس پر ان کی ملاقات حضرت محمد علی شاہ سے ہوئی تو ان کو دیکھتے ہی حضرت چھنن شاہ نے اپنے مریدوں کو سوا من گھی لانے کو کہا۔ اس گھی سے آپ کو نہلایا گیا۔ اسی دن سے آپ کو باوا سید محمد علی شاہ کے اسم گرامی سے پکارا جانے لگا۔ اس کے علاوہ ننگے شیر شاہ نے بھی آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور آپ کو اپنا مرشد و ہادی تسلیم کیا۔ اس کے علاوہ سینکڑوں لوگوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

وفات

آپ نے ۱۱۶ سال کی عمر پائی۔ آخری ایام میں اپنے بیٹے لعل شاہ اور بیٹی فاطمہ کو بلایا۔ اپنے پاس بٹھا کر خوب پیار کیا اور دعائیں دیں۔ شاہ فضل کی بیوہ اور یتیم بچوں کو بلا کر ان پر دست شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ چن پیر شاہ اور اس کے گھرانے کو پشاور سے بلایا۔ پوٹھوہار

میں جہاں بھی ان کے عقیدتمند تھے انہیں بلوایا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے آستانے پر ہزاروں عقیدتمند جمع ہوگئے۔ آپ نقاہت کے باوجود حاضرین کے لئے دست دعا بلند کرتے رہے۔ آخری دنوں میں اللہ اللہ اللہ اللہ کا اسم آپ کی زبان پر جاری تھا اور پھر اچانک یہ لب ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئے۔ آپ کی وفات کی خبر راولپنڈی کے طول عرض میں پھیل گئی۔ دسمبر ۱۹۴۶ء سے قبل اور بعد میں کسی نے اس گاؤں میں اتنا بڑا اجتماع جنازے میں نہیں دیکھا۔ یوم وفات سے چہلم تک اور اس کے بعد بھی کئی ماہ تک صبح وشام مزار اقدس پر ایک ہجوم جمع رہتا اور آپ کے مرقد پر خراج عقیدت کے پھول نچھاور کرتا۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

خدا کا احسان

خدا کا احسان ہے کہ اس نے ہمارے جسم کو بیشمار پیشہ ور بغیر کسی معاوضے کے فراہم کر رکھے ہیں۔ ایک باورچی قوت ہمارے معدہ میں کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ گندھی نما ملازم خالص کھانے کو جگر اور پھوک کو آنتوں میں پہنچانے کا کام کرتا ہے۔ ایک رنگریز کھانے کو جگر میں خون کا رنگ دیتا ہے۔ ایک دھوبی خون کو عورت کی چھاتیوں میں دودھ کردیتا ہے اور مرد کے خصیوں میں سپید منی کردیتا ہے۔ ایک بندھانی غذا کو ہر ہر عضو میں کھینچ کھینچ کر پہنچاتی ہے اور ایک سقا پانی کو جگر سے کھینچ کر گردے میں مثانہ میں بہادیتا ہے اور ایک حلال خور پھوک کو پیٹ سے باہر گرانے کی ڈیوٹی پر مامور ہے۔ ہمارے جسم میں ایک اور منصف رئیس صفرا وغیرہ کی بیماریوں کو رفع کرنے کا کام بغیر عوضانہ کے کررہا ہے۔ آپ ہی بتائیے کہ ہم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کا شکر ادا نہ کریں۔ کیا ہم خدائے مطلق کے یہ احسان فراموش کرسکتے ہیں۔

حضرت سید آفتاب حسین کاظمی مدظلہ علیہ

آپ امام موسیٰ کاظمی کی اولاد ہیں۔ آپ نے خانوادہ سادات میں ۱۹۵۰ء میں جنم لیا۔ آپ کے والد سید گل حسین کو مذہبی حلقوں میں بڑی عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا میری ملاقات ان سے امام بارگاہ بھیکہ سیداں میں ہوئی۔ آپ حضرت سید مزمل شاہ کاظمیؒ کے سجادہ نشین ہیں اور ان کی زیارت گاہ کا انتظام وانصرام ان کے سپرد ہے جسے وہ نہایت احسن طریقے سے چلا رہے ہیں اوقاف والوں کا اس دربار میں کوئی عمل دخل نہیں۔ سرکار سید مزمل شاہ کاظمی کا مزار ایف الیون تھری اور ایف الیون فور کے درمیان واقع قبرستان کا حصہ ہے اور مرجع خلائق ہے۔ دور دراز سے لوگ فیض حاصل کرنے دربار شریف آتے ہیں اور زیارت گاہ پر چراغ جلاتے ہیں مزار کی عمارت روپہلی کرنوں اور سنہری رنگوں کی وجہ سے ہر وقت جگمگاتی نظر آتی ہے اس قبرستان میں صدیوں سے گولڑہ شریف کی اہم شخصیات مدفون ہیں۔ سید آفتاب حسین کاظمی کافی عرصے سے اہل سادات کی خدمت میں مصروف ہیں۔ ان کا حلقہ اثر وسیع ہے۔

لکھنو اور دور دراز کے شہروں سے لوگ جب حضرت سید مزمل شاہ کاظمیؒ کے آستانے پر حاضری دینے کے لئے آتے ہیں تو آپ ان زائرین کی خدمت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ سید آفتاب کاظمی کی تین بچیاں ہیں اور زیور تعلیم سے آراستہ ہیں آپ کا صاحبزادہ سید نواز علی کاظمی سعودی عرب میں ملازمت کرتے ہیں اور سید حماد علی کاظمی درس وتدریس کے پیشے سے منسلک ہیں۔ سید آفتاب حسین کاظمی نہایت درویش صفت انسان ہیں۔ ان کے بارے میں صرف اتنا کہوں گا۔

ایمان و محبت سے مہک اٹھا تیرا گلشن
سرکار کے کوچہ سے آئی ہے ہوا کہئے

شاہ ناصر الدین شاہؒ قریشی یمنی

نسب قریش آباؤ اجداد یمن سے تشریف لائے۔ شاہ ناصر الدینؒ ایک عظیم صوفی بزرگ ہیں جن کی حیات کے اہم گوشے وقت کے دبیز پردوں میں مستور ہیں اور اُن کی زندگی کے بارے میں کوائف اور مکمل حالات ہمیں دستیاب نہیں ہو سکے۔ ہاں بسیار مساعی کے باوجود ہم صرف اتنا جان سکے ہیں کہ آپ کے والد ماجد عبدالرحمان شاہ ملتان میں مقیم تھے اور اُن کا شمار ملتان کے جید علماء کرام میں ہوتا ہے۔ وہ مبلغ اسلام تھے اور خدا کے برگزیدہ اور مقرب بندے جو ایک خاص مشن لے کر اس دنیا میں آتے ہیں اور اپنا مشکل مکمل کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔ شاہ ناصر الدینؒ نے بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین الٰہی کی اشاعت اور ترویج میں ساری زندگی وقف کر دی۔ اُن کی تعلیم و تربیت میں اُن کے والد کا بڑا ہاتھ ہے۔ دینی تعلیم کے بعد آپ نے روحانیت کے مراحل طے کئے اور اللہ کے مقرب بندے بن کر ابھرے۔ جیسے چاند آسمان پر جگمگاتا ہے۔ آپ کی روشنی سے نہ صرف آپ کا گھر بلکہ روئے زمین کے ہزاروں لوگوں کے قلوب روشن ہوئے۔ آپ نے ساری زندگی اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں وقف کر دی۔ آپ کی صالح اولاد نے بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس مشن کو جاری رکھا۔ آپ کے بیٹے حافظ مستقیمؒ اور پوتے سراج الدینؒ کے کارنامے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ معرکہ حق و باطل میں انہوں نے حق کی سربلندی کے لئے سب کچھ لٹا دیا لیکن مذہب اسلام پر آنچ نہیں آنے دی۔ اس خاندان کے نزدیک دنیا کی کامرانیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اُن کی نظر میں دنیاوی مفادات اور تصرفات گھاٹے کا سودا ہیں۔ چنانچہ کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لئے انہوں نے لامتناہی مصیبتیں اور صعوبتیں برداشت کیں لیکن کسی کے آگے سر نہیں جھکایا۔ شاہ ناصر الدینؒ نے بھی ملتان سے ہجرت کی اور اپنے گھربار، اہل وعیال، اور مال ومنال اور پھلتے پھولتے کاروبار کو لات مار کر حق کی راہوں کے مسافر بن گئے۔ مختلف قصبوں، دیہاتوں، گلی کوچوں کی خاک چھانی۔ ویرانوں میں چلہ کشی کی اور ہر جگہ اپنے مولا کا نام ورد زبان بنایا اور آقائے نامدار کی ثنا

اور مدح سرائی بیان کی۔ آخر آپ ملتان سے راولپنڈی کے نواح میں دریائے سواں کے کنارے ایک گاؤں میاآمدہ پہنچے جو علاقہ چونترہ میں واقع ہے اور موجودہ اڈیالہ جیل سے دس میل کی مسافت پر ہے۔ اس وقت یہ گاؤں مخلوق خدا سے خالی تھا اور خونخوار درندوں اور زہریلے سانپوں اور اژدہوں کا مسکن تھا۔ آہستہ آہستہ لوگ اس بزرگ کی خبر پا کر اُن سے فیض حاصل کرنے کے لئے اُن کے گرد پروانہ وار منڈلانے لگے اور کئی گھرانے یہاں آباد ہو گئے۔ میاں احمد جن کے نام سے یہ گاؤں منسوب ہوا انہوں نے شاہ ناصر الدینؒ کی بڑی خدمت کی۔ شاہ ناصر الدین ایک عظیم ولی تھے انہوں نے میامدہ کے ویرانوں میں عبادت و ریاضت کی اور یہاں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ یہیں دفن ہوئے اور اس گاؤں کو بقعہ نور بنا گئے۔ اس علاقے کے لوگ آج بھی آپ کی عظمت و بزرگی کے معترف ہیں اور اُن کی کرامتوں کے چشم دید گواہ ہیں۔ آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔ جہاں ہجیروں کے مریض آ کر دعائیں مانگتے ہیں اور خدا کے فضل سے صحت یاب ہوتے ہیں۔ میرے گلے میں بھی ایک گلٹی نکل آئی تھی اور علاج بسیار کے باوجود مجھے کوئی افاقہ نہیں ہوا تھا لیکن بابا ناصر الدینؒ کی درگاہ پر تین مرتبہ حاضری دی اور پھر خدا کا کرشمہ دیکھا۔ گلٹی یوں غائب ہوئی کہ اس کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔ آپ کا عرس ہر سال یکم ہاڑ کو منایا جاتا ہے۔ چاند کی دسویں تاریخ کو ہجیروں کے مریض ہزاروں کی تعداد میں ملک کے کونے کونے سے آپ کی درگاہ پر حاضری دیتے اور فیض پاتے ہیں۔

اُن کے وظائف میں الحی القیوم، آیۃ الکرسی، درود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ یہ وظیفہ اس خاندان میں سینہ بہ سینہ آ رہا ہے۔

حضرت حافظ مستقیمؒ نسب قریش میانہ

آپ حضرت شاہ ناصر الدینؒ کے فرزند تھے اور راہ حق کے شناور اور کیوں نہ ہو آپ کی آبیاری حضرت شاہ ناصر الدین شاہؒ نے خود اپنے ہاتھوں سے کی۔ آپ حافظ قرآن بنے۔

فقہ حدیث میں کمال درجہ رکھتے تھے۔ دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد والد صاحب کے حکم پر تبلیغ
دین کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور ساری زندگی اس کام میں وقف کر دی۔ آپ یہ عظیم الشان
فریضہ سرانجام دینے کے لئے پہاڑی علاقہ ناڑہ تشریف لائے۔ اسی دوران میں علاقہ گلیات اور
ہزارہ میں سکھوں نے مسلمانوں پر حملے کئے تو آپ نے سکھوں کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ
لیا۔ ناڑہ سردار نخی عزیز خان کے زمانے میں علاقہ کڑال تھانہ ناڑہ گلیات میں معرکہ آرا رہے۔
اس وقت گلیات میں سردار حسن علی خان اور سردار نواب خان کی حکومت تھی۔ انہوں نے بھی
اپنے جنگی سامان اور آلات وحرب اور اپنے لشکر کے ساتھ آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔ آپ نے
اپنے بیٹے سراج الدین کو دہلی بھیجا۔ انہوں نے وہاں شاہ ولی اللہ سے دینی تعلیم حاصل کی اور
دینی تعلیم میں مہارت حاصل کرنے کے بعد ہری پور ڈھینڈہ میں سکونت اختیار کی جہاں ساری
زندگی درس وتدریس میں گزار دی اور کئی دینی کتابیں تصنیف کیں۔ یہ قلمی نسخے آج جناب
عبدالرشید کے گھر ڈھیری سکندر آباد میں محفوظ ہیں۔ آپ کی وفات ۱۷۴۰ء میں ہوئی۔ علاقہ
میں آپ کا نام آج بھی عزت واحترام سے لیا جاتا ہے اور آپ کا مدفن مرجع خلائق ہے۔

مولانا سراج الدینؒ

حافظ مستقیم کے بیٹے مولانا سراج الدین بھی علم وفضل میں بے مثال تھے۔ باپ کی
وفات کے بعد انہوں نے بھی درس وتدریس کا منصب سنبھالا اور ہری پور کے موضع ڈھینڈہ میں
ہزاروں طالب علموں کو فقہ وحدیث کی تعلیم دی۔ بے شمار دینی کتب کے مصنف تھے۔ ان کے
ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتب اور قلمی مخطوطے قیمتی حاشیہ جات کے ساتھ جناب عبدالرشید صاحب
کی لائبریریوں میں ان کے گھر چک شہزادا اسلام آباد اور موضع ڈھیری سکندر میں ان کی حویلی
میں محفوظ ہیں۔ مولانا سراج الدین رزم وبزم میں ہر وقت سرگرم عمل تھے۔ سکھوں کے خلاف
معرکوں میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دشمنوں کو بھاری جانی ومالی نقصان پہنچایا وہ ہر روز
مجاہدین کے ساتھ مارگلہ کی پہاڑیوں اور ٹیکسلا کے مواضعات پر حملہ آور ہوتے اور شبخوں مار کر

کامیاب واپس لوٹتے۔ ایک مرتبہ سردار حسن علی کے بھائی نواب علی جو ہری پور قلعہ میں مقید
تھے۔ انہیں اپنے ساتھیوں کی مدد سے چھڑا لائے حالانکہ سکھوں نے حفاظتی اقدامات کر رکھے
تھے۔ انہوں نے قلعہ کے چاروں طرف خندق کھود کر اس میں پانی چھوڑ رکھا تھا رات کو پل بھی
کھینچ لیا جاتا تھا لیکن مولانا سردار حسن کے ساتھی ان تمام رکاوٹوں کو عبور کر کے قید خانہ سے محبوس
نواب علی کو چھڑا لائے دشمنوں پر ان کی ہیبت طاری ہوگئی۔ ساری زندگی آپ نے دینی تعلیم سے
لوگوں کے دلوں کو منور کیا۔

مولانا منہاج الدینؒ نسب قریش میانہ

مولانا سراج الدین کی وفات کے بعد ان کے دو بیٹے منہاج الدین اور وہاج الدین
مسند نشین ہوئے۔ موخر الذکر جلد اللہ کو پیارے ہوگئے اور دنیائے فانی سے رُخصت ہوئے لیکن
منہاج الدین اور مولانا عبدالرب نے اس مشن کو زندہ رکھا۔ آپ حضرت سید احمدؒ اور شاہ
اسماعیلؒ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ ان کی آمد کی خبر سن کر آپ ان سے ملنے یوسف زئی پہنچے
اور ان کے ساتھ جہاد میں حصہ لینے کی خواہش ظاہر کی تو سید احمد نے ان کے جذبات کو سراہا اور
انہیں اپنے علاقہ میں لوگوں کو منظم کرنے کا فریضہ سونپا۔ ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۶ مئی
۱۸۳۱ء جمعۃ المبارک کو سید احمد اور شاہ اسماعیل بالاکوٹ کے مقام پر شہید ہوئے۔ یہ روح فرسا
خبر سن کر آپ کے دل پر گہرا اثر ہوا اور آپ نے علاقہ کے لوگوں کے ساتھ مل کر سکھوں کے
خلاف محاذ آرائی اور تیز کر دی۔ سکھوں کی پسپائی کے بعد جب انگریزوں کا راج قائم ہوا تو
انگریزوں کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا۔ ۵ مئی ۱۸۴۸ء میں کرال قوم کے ساتھ مل کر انگریزوں
کے خلاف صف آرا ہوئے۔ انگریزوں کے پاس جدید اسلحہ تھا اس لئے ہزیمت اُٹھانا پڑی۔ اس
جنگ میں سردار حسن علی خان، سردار سکندر خاں، سردار طوباز خاں، سردار کرم خاں اور مولانا
منہاج الدین اور مولانا عبدالرب بندی بنا لئے گئے۔ سب کو فرداً فرداً جیمز ایبٹ ڈپٹی کمشنر ہزارہ
کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے مولانا منہاج الدین کو مخاطب ہو کر کہا کہ سب قوموں نے

ہمارے ساتھ لڑائی نہ کرنے کا عہد کر لیا ہے اس لئے اگر آپ بھی چاہیں تو دوسروں کی طرح آپ کو بھی کثیر جاگیر دی جاسکتی ہے اور آپ کو معافی بھی مل سکتی ہے۔ لیکن آپ نے اس پیشکش کو حقارت سے ٹھکرا دیا اور کہا کہ یہ ملک ہمارا ہے اور ہم سب مسلمان اس ملک کے باسی ہیں جب کہ تم لوگ غاصب ہو اگر ہمارے ملک سے نکل جاؤ تو ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں۔۔۔۔
ایبٹ یہ جواب سن کر غصے میں آ گیا اور مولانا کو موضع ڈھیری سکندر میں نظر بند کر دیا گیا۔ قاضی میر عالم جاگیر دار ہری پور بعد میں آپ پر مہربان ہو گیا اور پابندیاں نرم کر دیں۔ اس نے علاقہ میں مسجد تعمیر کرائی اور منہاج الدین اس مسجد میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔
حضرت مولانا عبداللہ غزنوی کابل سے ہجرت کر کے ڈھیری سکندر آئے تو آپ کے مہمان بن کر رہے اور ان کے ساتھ درس و تدریس میں مصروف رہے۔ بعد ازیں دہلی واپس چلے گئے۔
مولانا عبدالحی اور مولانا عنایت علی اور عبدالکریم چمر کنڈی بھی وقتاً فوقتاً آپ کے پاس آتے جاتے رہے۔ آپ کی تلواریں اور دیگر سامان عبدالرشید کے پاس محفوظ ہیں۔

مختصر تعلیمی پس منظر

مولانا منہاج الدین نے ایک سند حدیث مولانا سید نذیر حسین صاحب سے حاصل کی۔ انہوں نے مولانا عبداللہ غزنویؒ، مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی اور حسین بن محسن انصاری یمانی الخزرجی السعدی سے بھی سندات حاصل کیں۔

اولاد

مولانا منہاج الدین کے تین بیٹے تھے۔ محمد اسماعیل، محمد اسحاق اور عبدالوہاب۔ محمد اسحاق اور عبدالوہاب تو جوانی میں طاعون کی لپیٹ میں آ کر ملک راہی عدم ہوئے۔ البتہ محمد اسماعیل نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے مشن کو جاری رکھا۔

انتقال پر ملال

حضرت مولانا منہاج الدینؒ نے مجاہدانہ زندگی بسر کی اور آخر کار انہیں مشیت

ایزدی کے آگے سر جھکانا پڑا اور وہ ۱۳۱۶ھ ۱۷ ماہ شعبان کو ملک عدم کے سفر کو روانہ ہوئے۔ اُن کی قبر موضع ڈھیری سکندر پور ہری پور ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔

مولانا محمد اسماعیلؒ

مولانا منہاج الدین کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے مولانا محمد اسماعیل نے اپنے آباو اجداد کے مشن کو آگے بڑھایا۔ آپ نے حضرت مولانا سید نذیر احمد اور حضرت مولانا حسین بن محسن انصاری سے دینی تعلیم حاصل کی۔ انگریزوں کے خلاف مزاحمتی تحریک عروج پر تھی۔ اور آپ اس لشکر کے سالار تھے۔ سید بادشاہ کا قافلہ کے صفحہ ۳۸۸ میں یہ احوال موجود ہے۔ مولانا فضل الٰہی فرماتے ہیں کہ ہری پوری سے کوئی دو میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا گاؤں ڈھیری ہے۔ یہاں ایک مجاہد بھائی مولانا محمد اسماعیل بن محمد مولانا منہاج الدین رہتے تھے۔ اُن کا گھر ایک طرح کا سفری کیمپ تھا اور مولوی محمد اسماعیل صاحب بمعہ مال وغیرہ مجاہدین کو سرحد پار کراتے اور اُن کو اپنے مقام پر پہنچاتے۔ اس کے علاوہ علماء اور مجاہدین کے سینکڑوں خطوط جو جناب عبدالرشید صاحب کی لائبریری میں موجود ہیں اور ان کی بہادری اور دلیرانہ جدوجہد کے ترجمان ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل کی ولولہ انگیز زندگی پر ایک مکمل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ اس وقت یہاں صرف ان کے بارے میں ایک اجمالی خاکہ اس خاندان کے کارناموں کو اجاگر کرنے کے لئے اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ مولانا ایک حاذق حکیم بھی تھے تمام عمر غرباء کی امداد اور علاج معالجے کا کام مفت کرتے رہے۔ آپ نے ۱۹۳۱ء میں وفات پائی۔ انا للہ و انا علیہ راجعون۔ تارک الدنیا اور صاحب کرامات تھے۔ لوگوں کے کہنے کے مطابق ڈھیری کے قریب جب دریائے دوڑ کا پانی زیادہ ہو جاتا تو وہ پانی کو گاؤں سے پتھر پھینک کر ہٹا دیتے۔

مولانا محمد ادریسؒ

آپ مولانا محمد اسماعیلؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کا سن پیدائش ۱۶ محرم ۱۳۱۷ھ ہے آپ کی ذہانت و فطانت کا ایک عالم گواہ ہے۔ آپ کا شمار جید علماء کرام میں ہوتا ہے۔ آپ